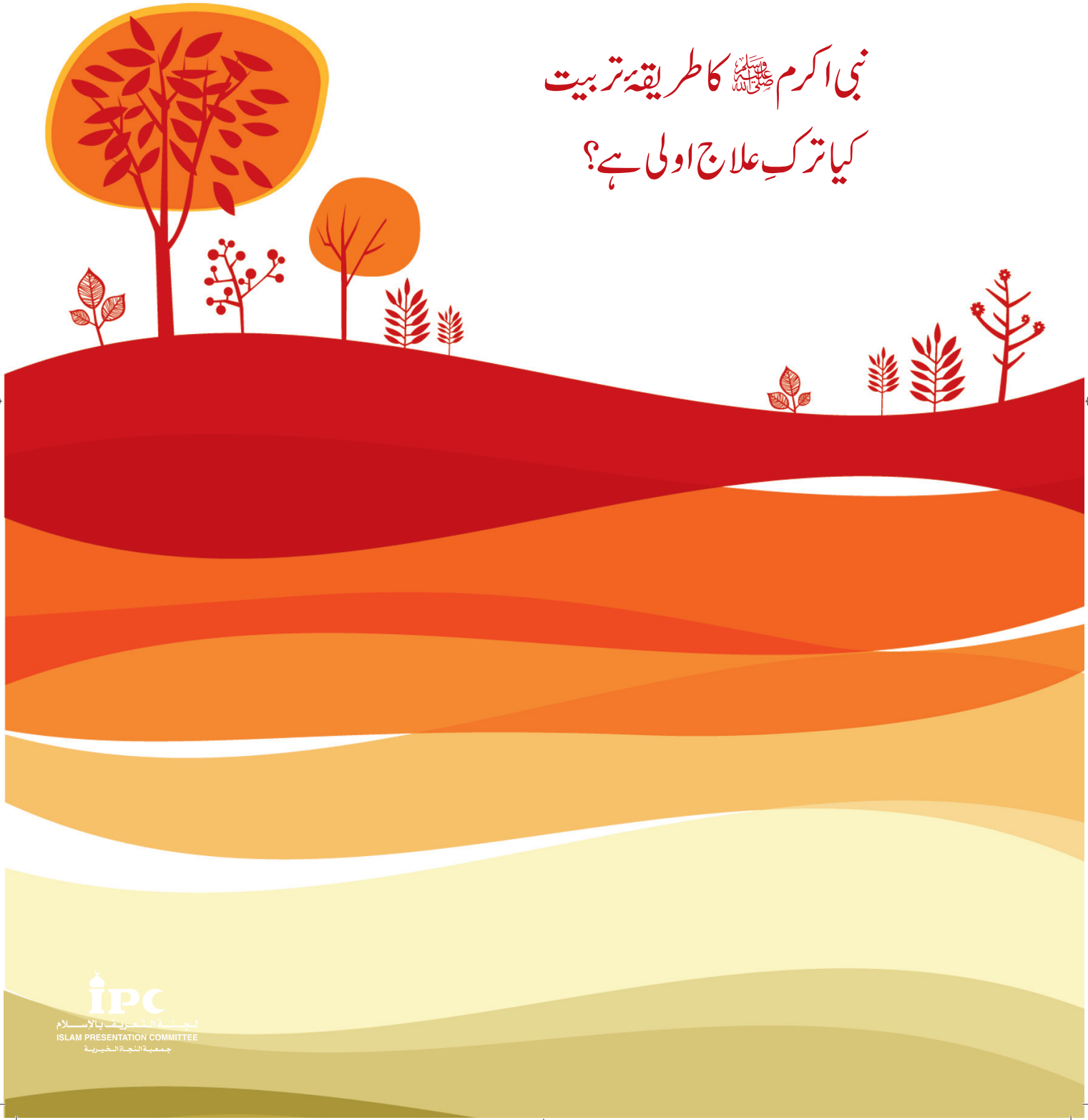
ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية) شمارہ:25 نومبر دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ محرم ۱۴۳۲ھ

نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت

کیا ترکِ علاج اولی ہے؟



IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

urdu.indd 1 12/8/10 10:32 AM

اسلام دین حق ہے اور حق کا راستہ روکنا ناممکن ہے۔حق کے آگے سازشوں اور جھوٹ کے پردے ڈال کر کچھ عرصہ کے لیے عوام الناس کو گمراہ تو کیا جاسکتا ہے مگر حق کو نہ تو ہمیشہ کے لیے چھپایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے ختم کیا جاسکتا ہے۔کون نہیں جانتا کہ ایک عرصہ سے عالمی سطح پر اسلام کی مقبولیت اور اس کے پھیلاؤ سے خائف اور خوفزدہ ہوکر میڈیا، پیسہ اور بے پناہ وسائل، کیا کیا استعمال نہیں کیا گیا، اسلام کو بدنام کرنے کے لیے کون سے ہتھکنڈے استعمال نہیں کئے گئے، مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔مختلف مغربی ممالک میں مساجد اور میناروں کی تعمیر پر پابندی عائد کردی گئی۔اور تو اور شخصی آزادی (ہیومن رائٹس) کے نام پر برہنے پن کو فروغ دینے والی تہذیب یافتہ قومیں مسلم خواتین کے اسکارف اور پردے جیسی مقدس و پاکیزہ مذہبی وثقافتی روایت کے خلاف قانون سازی کررہی ہیں اور دیکھا دیکھی ایک کے بعد دوسرے ملک میں باقاعدہ سازش اور مہم چلاکر پردے کے خلاف قانون پاس کروایا جارہا ہے۔

دنیاوی نقطۂ نگاہ سے ان تمام سازشوں اور اقدامات کا یہ نتیجہ نکلنا چاہیے تھا کہ امریکہ سمیت تمام دنیا میں اسلام کا پھیلاؤ رک جاتا اور اس کی مقبولیت میں کمی واقع ہوجاتی مگر حقائق اور اعداد وشمار یہ بتارہے ہیں کہ غیر مسلم پہلے سے بھی زیادہ

اسلام کی طرف امریکیوں کے رجحان میں غیر معمولی اضافہ

تحریر: علی اختر

تعداد میں اسلام قبول کر رہے ہیں

خاص طور پر امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں موجود لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ اسلام اور اسلامی تعلیمات کی پاسداری کر رہے ہیں۔



امریکہ میں موجود بااثر صہیونی ٹولے اور تمام اسلام مخالف قوتوں کی کارستانیوں کے باوجود میڈیا میں حیرت انگیز رپورٹس آرہی ہیں جس کے مطابق امریکہ میں اسلام کی مقبولیت کا گراف نیچے نہیں بلکہ اوپر جارہا ہے۔ امریکہ میں ریاست فلوریڈا کے ایک عیسائی پادری کی جانب سے 11 ستمبر 2001 کے واقعات کی نویں برسی پر قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کرنے کی دھمکی کے بعد غیر مسلم امریکیوں کے اسلام کی طرف میلان میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔عیسائی اکثریتی علاقہ گریٹ واشنگٹن کے اسلامی مرکز کے ڈائریکٹر محمد ناصر نے بتایا ہے کہ فلوریڈا کے پادری اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے قرآن کریم کے نسخے نذر آتش کرنے کی دھمکیوں اور گراؤنڈ زیرو میں مسجد کی تعمیر کی مخالفت کے بعد صرف امریکی دارالحکومت میں 180 افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔

واشنگٹن کے شمال مشرق کے ایک نومسلم (جس نے اپنا اسلامی نام رابرٹ اسپنر سے تبدیل کرکے عبدالرحمٰن رکھا ہے) نے العربیہ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ مغرب اور امریکہ میں ہر سال اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے۔پچھلے 12 برسوں میں مسجدوں کی تعداد بارہ ہزار ہوچکی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام امریکہ میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ امریکہ میں اسلام قبول کرنے والے نومسلم موروثی مسلمانوں سے زیادہ اسلام کے مبلغ بن کر ابھر رہے ہیں۔

العربیہ کے مطابق ریاست ورجینیا کے 33 سالہ مورن اسکرنس کہتے ہیں کہ ''امریکہ میں سالانہ 20 ہزار افراد دائرۂ اسلام میں داخل ہورہے ہیں۔اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں بڑے پیمانے پر اضافہ نائن الیون حملوں کے بعد دیکھنے میں آیا ہے۔مسلمانوں کی جانب سے امریکہ میں نائن الیون حملوں کی مذمت نے غیر مسلموں کو اسلام کے مطالعہ کی طرف مائل کیا ہے۔

یہ بلاشبہ ایک خوش آئند بات ہے کہ اسلام امریکہ میں فروغ پارہا ہے۔مسلمانوں کی آبادی، مساجد، اسلامی مراکز اور مسلمانوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہورہا ہے۔یہ باطل اور صہیونی ٹولے کی بھول ہے کہ وہ گھناؤنی سازشوں سے اسلام کا راستہ روک لے گا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں اسلام اور مسلمانوں پر کئے جانے والے سب وشتم اور ناروا سلوک کی وجہ سے اسلامی تعلیمات اور زیادہ شدت سے منظر عام پر آئی ہیں اور غیر مسلموں میں اسلام کے بارے میں جاننے اور اس کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کا زیادہ شوق پیدا ہوا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد، انڈیا)

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح
ماہنامہ

شمارہ:25 نومبر دسمبر ۲۰۱۰ء بمطابق ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ محرم ۱۴۳۲ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری — شیخ عبدالسلام عمری
محمد شاہ نواز محمدی — محمد عزیز الرحمٰن
شیخ حبیب الرحمٰن جامعی

رابطہ کا پتہ
IPC پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
مصباح سائٹ: www.misbahmagazine.com

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

گرافک ڈیزائن
نادر بلال

مؤسسة زخرف للدعاية والإعلان
Zukhruf Advertising Agency
www.zukhruf.net
Tel. 99993072

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	صفحہ
تجلیات	اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے	2
صدائے عرش	محرمات نکاح	3
آئینۂ رسالت	اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور ہمارا مسلم معاشرہ	3
ہدایت کی کرنیں	ابراہیم بھائی کی قربانی	4
ماہ وسال	فضائل محرم	5
ماہ وسال	ماہ محرم اور مروجہ بدعات ورسومات	6
تربیت وتزکیہ	نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت	8
اسلامیات	کیا ترکِ علاج اولی ہے؟	10
علم وعلماء	وہ علم سے سیر نہ ہوتے تھے	12
اصلاح معاشرہ	غیرت کل اور آج	14
نقش راہ	کہیں ہم ناکام نہ ہوجائیں۔	15
چراغ منزل	امام حرم فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبدالعزیز السدیس حفظہ اللہ	16
فقہ وفتاوی	آپکے دینی مسائل اور ان کا حل	17
نکہت گل		18
باغیچۂ اطفال		19
خبر ونظر	عالمی خبریں	20
بزم ادب	گلف کی زندگی	21

یہ رسالہ مفت تقسیم کے لیے ہے

خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھنے کے لیے دیں

كلمة العدد (كن داعيا) ❖ قبس من القرآن الكريم (محرمات النكاح) ❖ قبس من الأحاديث النبوية (أين المجتمع المسلم من الأخلاق الإسلامية؟) ❖ من أنوار الهداية : قصة المهتدي إبراهيم كدار ذات فضل شهر الله المحرم ويوم عاشوراء ❖ من أساليب تربية النبي صلى الله عليه وسلم لأمته ❖ هل التداوى يقدح في تمام التوكل؟ ❖ نماذج لهمة السلف في طلب العلم ❖ الغيرة بين الماضي والحاضر ❖ معالم على الطريق نبذة من سيرة الدكتور عبد الرحمن بن عبد العزيز السديس إمام الحرم المكي حفظه الله ❖ الفتاوى الشرعية ❖ واحة الأطفال ❖ أخبار العالم الإسلامي ❖ ساحة الشعر والأدب .

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے

نومبر اور دسمبر کا مشترکہ شمارہ پیش خدمت ہے، رسالے کی اشاعت کے دو سال ہو چکے ہیں، اس کا پہلا شمارہ نومبر 2009 میں منظر عام پر آیا تھا تب سے مسلسل اللہ کی توفیق سے یہ شائع ہو رہا ہے، جس وقت رسالے کی اشاعت کا خاکہ تیار کیا گیا ہم نے اصلاح معاشرہ کے ساتھ ساتھ قوم مسلم میں دعوتی شعور پیدا کرنے کو اپنی اولیں ترجیحات میں شامل کیں، کیونکہ ایک طرف اسلام کی آفاقیت اور دور جدید کے تقاضوں کے سامنے قوم مسلم کی بے حسی ہمارے ضمیر کو کچوکے لگا رہی تھی تو دوسری جانب رسالہ **لجنة التعريف بالاسلام** کا نقیب اور ترجمان تھا جس کا بنیادی مقصد غیر مسلموں کے بیچ اسلام کا تعارف عمدہ اسلوب اور جدید ٹکنالوجی کی روشنی میں کرانا تھا، چنانچہ ہر شمارے میں ایسے مقالات شائع کیے جو ہمارے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر سکیں، آج پچیسواں شمارہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد اپنا احتساب کرنے بیٹھے ہیں کہ کیا ہم اپنے مقصد میں کامیاب رہے اور کیا ہمیں مسلمانوں کی ذہن سازی کرنے میں کامیابی مل سکی۔ اس کا صحیح فیصلہ تو ہمارے قارئین ہی کر سکتے ہیں البتہ ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے بڑی حد تک ایسے افراد تیار کر لیے ہیں جو اسلام کی آفاقیت کو سمجھتے ہیں، قوم مسلم کے تئیں اپنی ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں، دعوت کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، دعوتی لٹریچر اور رسالوں کی تقسیم میں ہمارا بھرپور تعاون کرتے ہیں، ہمیں دعوت کے لیے کتنے ایسے دیوانے ملے ہیں جو کرایے کی ٹیکسی سے اردو رسالے کا کارٹون کے کارٹون لے جا کر لوگوں تک پہنچا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی ڈیوٹی کے تقاضے ہیں، ذاتی مصروفیات ہیں، گھریلو مسائل ہیں لیکن انہوں نے دعوت کی لذت حاصل کر لی ہے، اپنی ذمہ داری کا شعور پا لیا ہے، اپنے اعلی مقام کو پہچان لیا ہے، اپنے منصب کی معرفت حاصل کر لی ہے۔ لیکن یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ہماری قوم کی اکثریت تا ہنوز فرقہ بندی اور فروعی اختلافات میں پھنس کر اسلام کی عالمگیریت اور آفاقیت سے نا آشنا ہے، ہم انسانیت کے رہبر اور قائد بنا کر بھیجے گئے تھے، اگر ہم نے اپنا آغوش وا کیا ہوتا تو دنیا ہماری ہو سکتی تھی، آج بھی انسانیت پیاسی ہے، آب حیات کی متلاشی ہے، افسوس کہ جام حیات پلانے والے نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ جام شیریں کے نام پر انسانیت کو زہر یلا شراب پلایا جا رہا ہے، قادیانیت اور عیسائیت کو فروغ دینے کے لیے ہر ممکن وسائل استعمال کئے جا رہے ہیں، قادیانی اور عیسائی مبلغین دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر دین کے بازار میں اپنے کھوٹے سکوں کی خوب خوب تشہیر کر رہے ہیں۔ ان کے اہل ثروت اور مالیاتی ادارے ارتدادی مہم پر اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں، جب وہ باطل کے پرچار میں جان و مال کھپا رہے ہیں تو ہمیں حق کے فروغ کے لیے کس قدر محنت، لگن اور جذبے کی ضرورت ہے اس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔ اسلام کے سپوت جہاں کہیں بھی ہوں اور جس میدان میں ہوں انہیں اسلام کا صحیح نمائندہ بننا ہوگا، اپنے قول، عمل اور کردار سے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا ہوگی۔ کویت کی سرزمین دعوت کے لیے نہایت سازگار ہے، یہاں مسلم و غیر مسلم تارکین وطن کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے، ہم یہاں ملازمت کے لیے ضرور آئے ہیں لیکن ایک مسلمان جہاں کہیں بھی ہو پہلے مسلمان ہوتا ہے اس کے بعد ملازم، اسلام کے فروغ میں تارکین وطن کا کلیدی رول رہا ہے، تاریخ بھی گواہ ہے کہ مسلمان تاجروں کے اخلاق سے متاثر ہو کر بے شمار ملکوں اور قوموں نے اسلام کو گلے لگایا ہے، آج بھی مغربی ممالک میں قبول اسلام کی شرح میں جو نمایاں اضافہ ہو رہا ہے اس کے پیچھے تارکین وطن کی محنت اور لگن کا بڑا دخل ہے، اس مناسبت سے میں اپنے قارئین کو سرزمین کویت کے ایک تارک وطن کا قصہ سنانا چاہوں گا جنہوں نے ملازمت کے لیے ترک وطن نہیں کیا بلکہ محض دعوت کے لیے کیا ہے۔ تیس سال کے عرصہ میں چالیس ممالک کے اندر پچاس لاکھ سے زائد افراد نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، یہ کوئی خیالی بات نہیں بلکہ امر واقعہ ہے، انہیں ہم ڈاکٹر عبدالرحمن السمیط کے نام سے جانتے ہیں جو کویت کی ایک مشہور رفاہی جمعیت ''جمعیۃ العون المباشر'' کے بانی اور مؤسس ہیں جو پیشے کے اعتبار سے الصباح ہاسپٹل میں طبیب تھے لیکن جسمانی علاج کرنے کی بجائے روحانی علاج میں لگ گئے، وزارۃ الاوقاف کویت کی طرف سے بحیثیت مندوب جب افریقی ممالک کا ایک بار دورہ کیا تو وہاں عیسائی مشینریز کی سرگرمیوں اور ارتدادی مہم نے ان کی دینی غیرت کو للکارا، بالآخر علاج و معالجہ اور کویت کی آرام پسند زندگی کو چھوڑ کر افریقی ممالک کے شہروں، دیہاتوں اور کوردہ علاقوں میں گھوم گھوم کر دعوت کا کام کرنے لگے، کتنے پادریوں اور عیسائی مبلغوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور عیسائیت کی تبلیغ چھوڑ کر اسلام کے فروغ میں لگ گئے۔ ڈاکٹر السمیط کی ہمت مردانہ کو سلام کہ متعدد بار ان پر حملہ کیا گیا، اغوا کرنے کی کوششیں ہوئیں، ذیابیطس کے مسلسل مریض ہیں، تین بار سر اور دل کا دورہ پڑا، لیکن جنت کی جستجو میں نہ دشمنوں کا خوف ہے نہ بیماری کا احساس۔ اس مرد مجاہد نے دعوت کے لیے اپنی زندگی کیوں وقف کی اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے کہ بعض نومسلموں نے قبول اسلام کے بعد مجھ سے شکایت کی کہ ''اے مسلمانو! تم کہاں تھے، تم نے اتنے دنوں تک اسلام ہم تک کیوں نہ پہنچایا یہاں تک کہ ہمارے والدین کفر پر مر چکے، کاش کہ تم نے اس وقت ہمیں اسلام کی دعوت دی ہوتی جب کہ ہمارے والدین باحیات تھے''۔ مجھے یاد آتا ہے میں نے ماہنامہ راہ اعتدال کے کسی شمارہ میں مولانا کلیم الدین صدیقی صاحب کا کچھ ایسا ہی بیان پڑھا تھا، انہوں نے جامعہ دارالسلام عمر آباد کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ مجھے پچھلے دنوں ایک نومسلم کا مکتوب موصول ہوا جس میں اس نے تمام مسلم برادری کو کوستے ہوئے لکھا ہے کہ جب میں کسی مسلمان کو دیکھتا ہوں تو دل کرتا ہے اس کا چہرہ نوچ لوں، کیونکہ انہوں نے مجھے اسلام اس وقت بتایا جب کہ میرے والدین فوت پا گئے، اگر اسلام کی آفاقی تعلیمات مجھ تک والدین کی حیات میں پہنچی ہوتیں تو میرے والدین جہنم سے بچ سکتے تھے۔

اللہ اکبر! یہ باتیں جہاں دل دہلا دینے والی اور ضمیر میں ہلچل مچا دینے والی ہیں وہیں ہمارے سمند ہمت کے لیے تازیانہ بھی، میری آپ سے گزارش ہے انہیں دوبارہ اور سہ بارہ پڑھیں اور اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں، اپنا جائزہ لیں کہ ہم بحیثیت مسلمان کس حد تک دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر دین کی خدمت کر سکتا ہے، ابھی ہم سال نو کا استقبال کرنے والے ہیں، نئے سال کی آمد سے قبل اگلے سال کے لیے اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائیں اور دعوت کو اس میں سرفہرست جگہ دیں، اگر آپ قلم کار ہیں تو اپنی سنجیدہ تحریر سے دین کی خدمت کریں، اگر آپ مقرر ہیں تو اپنی شیریں بیانی سے دین کی خدمت کریں، اگر آپ صحافی ہیں تو میدان صحافت میں دین کی خدمت کریں، اگر آپ انٹرنیٹ اور الکٹرونک میڈیا سے واقفیت رکھتے ہیں تو آلات جدیدہ کے ذریعہ دین کی خدمت کریں، اگر آپ مالدار ہیں تو اپنے پاکیزہ مال سے دین کی خدمت کریں، حتی کہ اگر آپ ایک رسالہ بھی دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں تو یہ بھی دین کی عظیم خدمت ہوگی۔ ہمیں ہر میدان میں دعوت کے شہسواروں کی ضرورت ہے، ہم جس قدر افرادی قوت کے مالک ہوں گے اسی قدر دعوت کو فروغ ملے گا، اس رسالہ کو اپنے لیے دعوت سمجھیں، یہ رسالہ آپ کا ہے، اور آپ کے دینی جذبات کا ترجمان ہے، پس و پیش نہ کریں، کمر ہمت باندھیں اور دعوت کے فروغ میں جس طرح کا بھی تعاون پیش کر سکتے ہوں، فوراً ہم سے رابطہ کریں۔ ہماری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی

http://safattaimi.socialgo.com/

محرماتِ نکاح

ترجمہ: ''تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کردی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم مباشرت کرچکے ہو اُنکی لڑکیاں جنہیں تم پرورش کرتے ہو (وہ بھی تم پر حرام ہیں) ہاں اگر اُن کیساتھ تم نے مباشرت نہ کی ہو تو (اُن کی لڑکیوں کیساتھ نکاح کرلینے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے صُلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے''۔ (سورۃ النساء 23)

تشریح: جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے اُن کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔ ان میں سات محرمات نسبی، سات رضاعی اور سات سسرالی ہیں۔ ان کے علاوہ حدیث رسول سے ثابت ہے کہ بھتیجی اور پھوپھی اور بھانجی اور خالہ کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ سات نسبی محرمات میں مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں ہیں اور سات رضاعی محرمات میں رضاعی مائیں، رضاعی بیٹیاں، رضاعی بہنیں، رضاعی پھوپھیاں، رضاعی خالائیں، رضاعی بھتیجیاں اور رضاعی بھانجیاں ہیں اور سسرالی محرمات میں ساس، ربائب (مدخولہ بیوی کی پہلے خاوند سے لڑکیاں) بہو اور دو سگی بہنوں کا جمع کرنا ہے۔ ان کے علاوہ باپ کی منکوحہ (جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں ہے) اور حدیث کے مطابق بیوی جب تک عقد نکاح میں ہے اس کی پھوپھی، اور اس کی خالہ اور اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے بھی نکاح حرام ہے۔

☆ رضاعت سے بھی وہ تمام رشتے حرام ہوجائیں گے جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، البتہ اس دودھ پینے والے بچے کے نسبی بہن بھائی وغیرہ اس گھرانے پر رضاعت کی بنا پر حرام نہ ہوں گے۔

ملحوظہ: زنا سے حرمت ثابت ہوگی یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے بدکاری کی تو اس بدکاری کی وجہ سے وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی، اسی طرح اگر اپنی بیوی کی ماں (ساس) سے یا اس کی بیٹی سے (جو دوسرے خاوند سے ہو) زنا کرلے گا تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوگی (دلائل کے لیے دیکھئے فتح القدیر) احناف اور دیگر بعض علماء کی رائے میں زنا کاری سے بھی حرمت ثابت ہوجائے گی۔

امام شوکانی اور صاحب فقہ السنۃ نے جمہور کی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ قرآن میں ایک تو یہ کہا گیا ہے کہ ''تمہاری بیویوں کی مائیں حرام ہیں'' اور انسان جس عورت سے بدکاری کرتا ہے تو وہ اس کی بیوی نہیں بن جاتی ہے کہ اس کی ماں سے یا اسکی بیٹی سے نکاح حرام ہوجائے۔ ثانیاً: محرمات کے ذکر کے بعد کہا گیا ہے کہ **وأحل لكم ما وراء ذلكم** ''ان کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ قرآن کے اس عموم نے محرمات کے علاوہ سب سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور اللہ نے زنا کو اسباب تحریم میں شمار نہیں کیا۔ اسی طرح حدیث میں بھی اس کا بیان نہیں ہے۔ حدیث **لا یحرم الحرام الحلال** (سنن ابن ماجۃ کتاب النکاح) ''حرام حلال کو حرام نہیں کرتا'' سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ روایت اگرچہ سنداً ضعیف ہے اس لیے صرف اسے مدار استدلال نہیں بنایا جاسکتا تاہم مذکورہ دلائل کی تائید میں اسے پیش کیا جاسکتا ہے بالخصوص جب کہ اس کے ہم معنی ایک اثر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے **ان وطء الحرام لا یحرم** (ارواء الغلیل 6/287)۔ ''زنا سے حرمت ثابت نہیں ہوتی''۔

دینی اخوت اور ہمارا معاشرہ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایمان والو! ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خرید وفروخت کے معاملے میں بڑھ چڑھ کر بولی نہ لگاؤ، آپس میں بغض وعناد نہ رکھو، نااتفاقی اور بے رخی اختیار نہ کرو، دوسرے کے خرید وفروخت میں کوئی بھی دخل نہ دے، اور اپنا معاملہ نہ کرے، اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، یاد رکھو مسلمان باہم بھائی بھائی ہوتے ہیں، کوئی ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے، اپنے بھائی کو بے یار ومددگار نہ چھوڑے اس سے کوئی جھوٹی بات نہ کرے، اپنے بھائی کو حقیر اور کمتر نہ جانے، پھر نبی ﷺ نے اپنے سینۂ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ تقوی تو یہاں ہے، بُرا ہونے کے لیے بس اتنی سی بات ہی کافی ہے کہ کوئی بھی آدمی اپنے مسلمان بھائی کو حقیر خیال کرے، مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو ایک دوسرے کے لیے حرام ہے''۔ (بروایت مسلم شریف 2564)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث ایک انتہائی جامع حدیث ہے، دین اسلام اور اس کے بنیادی عقیدے سے تعلق کی بنیاد پر جو اخلاق وکردار تعمیر ہونا چاہیے اور روزمرہ کی زندگی میں ہمہ وقت اور ہر میدان میں جس طرح کے ثمرات اور اثرات ظاہر ہونا چاہیے اور جو اوصاف اور خوبیاں بلند اخلاق کے لیے مطلوب معیار کی حیثیت رکھتی ہیں انہیں کی اس حدیث میں تصویر کشی کی گئی ہے۔

اسلام دین کامل ہے، عقیدہ اور فکر ونظر سے لے کر دیگر تمام اصول، تعلیمات اور ہدایات میں کمال کا ہونا اس کا امتیاز اور نمایاں پہلو ہے، بہت ہی سنجیدگی اور گہرائی سے اس پہلو پر اگر غور کریں تو واضح ہوگا کہ وہ اپنے پیروکاروں کی ہمہ جہت تربیت کرتا ہے اور ان کی شخصیت کا جامع ارتقاء اپنے پیش نظر رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خواہ کسی بھی موقع سے سہی اپنے پیارے ساتھیوں کو مخاطب فرماتے ہوئے درج بالا نہایت درجہ قیمتی نصیحت میں اسی پہلو کو سامنے رکھا ہے، اسلامی تعلیمات کا ایک دوسرا خاص پہلو اور بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں اجتماعی زندگی کا شعور پیدا کیا جائے، ان کی شیرازہ بندی کا برابر خیال رکھا جائے اور دینی اصول پر مبنی ایک اسلامی معاشرہ عمل میں لایا جائے پھر اس کے تحفظ، استحکام اور پائیداری کے حفاظتی تدابیر بھی برابر اختیار کیے جائیں۔ چنانچہ اسی اہم نکتے کو مدنظر رکھتے ہوئے ایسے اخلاقی وروحانی امراض سے دوری اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے جو اسلامی معاشرہ کے لیے مہلک اور تباہ کن ثابت ہوتے ہیں۔

دین اسلام اخلاقی خرابیوں کے علاج کے لیے ان کے بنیادی اسباب پر توجہ دیتا اور ان کے سدباب کے لیے مناسب اور معقول حل پیش کرتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے اندر آپسی محبت والفت، ہمدردی وغم خواری اور ایک دوسرے کی خبر گیری کا ایک ایسا ماحول تیار کرتا ہے جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی، یہی وہ جذبہ اور حقیقت ہے جو تمام اسلامی تعلیمات میں نمایاں نظر آتی ہے، نیز تمام عبادتوں کا مغز بھی ہے۔

اس حدیث سے حقیقی تقوی وپرہیزگاری کا تصور بھی صاف ہوتا ہے کہ اگر اس کا صحیح بیج اور پودا دل میں لگ جائے تو عملی زندگی میں اس کے برگ وبار کا ظہور لازمی ہے ورنہ مصنوعی اور پرتکلف تقوی کی مثال جسم بے روح پر سفید کفن کی ہے اور کچھ نہیں۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا کہ ''جسم کے اندر گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو تو سارا جسمانی نظام درست رہتا ہے اور اگر وہ نادرست ہو تو سارا جسمانی نظام بھی نادرست ہی رہتا ہے اور وہ دل ہے''۔ اسلام نے جان ومال اور عزت وآبرو کو بھی احترام وتقدس کا وہ مقام دیا ہے جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

اس حدیث کے ایک ایک فقرہ کا موازنہ مسلم دنیا اور مسلم معاشرہ (خواہ جہاں بھی ہو) کے عمل اور کردار سے کرکے دیکھیں تو ایک عجیب وغریب اور المناک وافسوسناک صورتحال سامنے آتی ہے، انسانی جذبات واحساسات کے پرخچے اڑائے جاتے ہیں، نسلی تعصب وتفوق کے غرور میں دینی وایمانی اخوت بے معنی شے ہوکر رہ گئی ہے، آپسی معاملات اور ملازمت کے شعبے میں ظلم وزیادتی اور عہد وپیمان کی خلاف ورزی کرنا چالاکی، بہادری اور نفع بخش سودا تصور کیا جاتا ہے۔ عین مصیبت، تکلیف اور آزمائش کے وقت خود ساختہ قائدینِ قوم وملت آزمائش میں مبتلا افراد سے دوری اختیار کرنا بڑی دانشوری کا کام سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی سب کو صحیح شعور اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

urdu.indd 5 12/8/10 10:33 AM

ابراھیم بھائی کی قربانی

قربانی خواہ صوری ہو یا معنوی ہے آخر قربانی ہی، اسلام کی خاطر قیامت تک کفر وشرک سے اٹے ماحول میں پرورش پانے والے نومسلم مردوخواتین قربانی وفدائیت کا نمونہ پیش کرتے رہیں گے۔ ایسی ہی ایک قربانی پیش کی ہے ipc کے شعبۂ دعوت سے منسلک ہمارے ابراہیم بھائی نے، تو لیجیے ان کی قربانی کا قصہ ہم انہیں کی زبانی قلمبند کر رہے ہیں۔ (گفتگو پر مبنی.....ادارہ)

میرا تعلق نیپال کے ترائی علاقے کے ضلع بارا سے ہے، پیدائشی نام کدار ناتھ کھریل ہے، برہمن طبقہ کے کھریل خاندان میں پیدا ہوا، خاندانی روایات کے مطابق مذہبی طور طریقے پر میری پرورش ہوئی، سترہ سال کی عمر میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا کہ نیپالی فوج میں ملازمت مل گئی، چنانچہ میں نے نوکری کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رکھی، اسی بیچ میٹرک کیا، آئی اے کیا اور سترہ سال تک محکمۂ افواج میں ملازمت کرتا رہا۔ وہاں سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد ایک سال تک ذاتی کاروبار کیا، پھر مجھے 2004 کے اوائل میں ملازمت کے لیے کویت آنے کا موقع ملا جہاں مجھے قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

میرے قبول اسلام کا قصہ بڑا عجیب ہے، میرا ایک بنگلا دیشی ساتھی تھا جو تلاوتِ قرآن کی بیحد پابندی کرتا تھا اور گاہے بگاہے مجھے بھی بٹھا کر قرآن سنایا کرتا تھا، میں نے ایک دن اس سے پوچھا: ''تم لوگ کس کی پوجا کرتے ہو؟'' اس نے مجھے مختصر لفظوں میں بتایا کہ ''ہم مسلمان ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں کسی مورتی کی پوجا نہیں کرتے''۔ یہ محض اس کا جواب نہیں تھا بلکہ میری زندگی کے لیے پہلا ٹرننگ پوائنٹ تھا۔

ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی نیک صفت بزرگ مجھے کہہ رہے ہیں: ''تم اسلام میں آجاؤ''، میں نے جواب دیا: ''میں ہندو ہوں اور میرے گھر والے اس سے راضی نہیں ہو سکتے''، اس نے کہا: ''تم پہلے اپنی فکر کرو اور سچائی قبول کرلو''۔ اسی کے بعد میرے اندر ایک طرح کا تجسس پیدا ہو گیا، مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا گویا میری کوئی شے کھو چکی ہے، میں بار بار مسلم دوستوں سے اسلام کے بارے میں پوچھتا رہتا، جب مجھے اسلام کے تئیں بالکل اطمینان ہونے لگا تو ایک دن میں نے ایک کویتی سے کہا کہ ''میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں''، اس نے بلا تاخیر مجھے ipc پہنچا دیا، یہاں میری ملاقات مولانا صفات عالم محمد زبیر تیمی صاحب سے ہوئی، ان سے میں نے اپنا پورا قصہ سنا دیا، اولاً تو انہوں نے مجھ سے عرض کیا کہ محض خواب کی بنیاد پر اسلام قبول کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، بلکہ پہلی فرصت میں آپ کو اسلام کی کھوج کرنی چاہیے کیونکہ اسلام ہی آپ کا دھرم ہے جسے آپ کے خالق و مالک نے آپ کے لیے اور ساری انسانیت کی رہبری کے لیے آخری شکل میں اتارا ہے، اسلام قبول کرنا دھرم بدلنا نہیں بلکہ اپنے پیدائشی دھرم کو پانا ہے۔

پھر انہوں نے سنہرے انداز میں میرے سامنے اسلام کا تعارف کرایا، ان کی ایک ایک بات میرے دل میں اترتی گئی بالآخر میں نے ایک گھنٹہ کی گفتگو کے بعد اسی وقت اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس کے بعد میں ہمیشہ مولانا صفات عالم صاحب سے استفادہ کرتا رہا، ہفتہ واری دروس میں حاضر ہوتا اور دیگر اوقات میں بھی جب کبھی کسی طرح کا اشکال پیدا ہوتا فوراً مولانا سے رابطہ کر کے تشفی بخش جواب حاصل کرلیتا۔ جب مولانا کرم اللہ تیمی صاحب ipc میں بحیثیت نیپالی داعی تشریف لائے تو ایک عرصہ تک ان سے بھی استفادہ کرنے کا موقع ملا، میں آئے دن اپنی معلومات میں اضافہ کرتا رہا، میری دعوتی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ipc کے ذمہ داران نے مجھے ipc میں کام کرنے کا زریں موقع فراہم کیا، چنانچہ میں نے کمپنی چھوڑ دی اور تقریباً تین سال سے ipc میں بحیثیت داعی کام کر رہا ہوں۔ فللہ الحمد والمنة

اس اثناء میں نے اپنی اہلیہ کو متعدد بار اسلام کی دعوت دی، بالخصوص جب دو سال قبل دو ماہ کے لیے گھر گیا تو پہلی فرصت میں، میں نے ان کو اسلام بتایا اور انہوں نے اسلام قبول بھی کرلیا لیکن جب دو مہینہ گزرنے کے بعد کویت آیا تو میرے سسر نے اس پر دباؤ ڈالا اور قسم کھالی کہ جب تک وہ اسلام سے نہ پھرے گی تب تک میں اس کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکتا حتی کہ وہ میرا مردہ منہ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ اب کیا تھا، وہ اپنے شیطان باپ کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے مرتد ہوگئی، اس بیچ میں نے بارہا کوشش کی کہ وہ اسلام کو اپنالے لیکن اب وہ ماننے کو تیار نہ تھی حالانکہ میں اس سے بیحد محبت کرتا تھا۔ میرے پاس ایک سترہ سال کی لڑکی ہے جو نرسنگ کی تعلیم حاصل کر رہی ہے، ایک بیٹا آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم ہے جبکہ دوسرا بیٹا ابتدائیہ میں پڑھتا ہے، میری ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ میرے گھر والے اسلام کو گلے لگالیں لیکن ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے کوشش کے باوجود ناکام رہا۔

ایک ماہ قبل میں سفر پر گیا اس امید کے ساتھ کہ میرے اہل خانہ اسلام قبول کرلیں گے کیونکہ ان کی باتوں سے مجھے توقع بندھنے لگی تھی، حالانکہ انہوں نے منظم پلاننگ کے ساتھ مجھے بلایا تھا تاکہ دوبارہ کویت نہ لوٹ سکوں۔ جس روز گھر پہنچا، بیوی اور بچوں کو بٹھا کر دو گھنٹہ تک سمجھایا لیکن بیوی اپنی بات پر مصر رہی کہ وہ اسلام میں نہیں آئے گی بالآخر میں نے اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ رات گذاری، صبح میں بھی میں نے اہلیہ کو سمجھایا اور تاکید کی کہ اسلام نے ہم دونوں کے درمیان جدائی ڈال دی ہے، ازدواجی زندگی گذارنا اسی وقت ممکن ہے جب تم اسلام میں آجاؤ، میں دو مہینہ کی فرصت لے کر گیا تھا لیکن معاملہ اس قدر پیچیدہ ہوا کہ تقریباً ہفتہ عشرہ کے بعد ہی مجھے گھر سے نکلنا پڑا۔ پہلے ہی دن میری سترہ سالہ بچی نے اپنی ماں کے اشارے پر میرے موبائل سے کویت کے سارے نمبرات ڈیلیٹ کردی، میری بیوی خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، اس کے ایک بھائی امریکہ میں اور ایک بھائی بلجیم میں رہتے ہیں، میرے سسرال والوں کی پلاننگ تھی کہ کسی طرح میں ان کے دھرم میں لوٹ آؤں اور دوبارہ کویت نہ آسکوں، امریکہ میں مقیم میرے نسبتی برادر نے مجھے سبز باغ دکھانے کی کوشش کی کہ چند سالوں تک گھر پر آرام کروں اور وہ مجھے اس اثناء کویت کی میری سالانہ آمدنی سے کہیں زیادہ رقم مہیا کریں گے، پھر اس کے بعد مجھے امریکہ بلالیں گے، لیکن میں نے ان کی بات کو خاطر میں لائے بغیر دوٹوک جواب دیا کہ ایسا قطعاً ممکن نہیں ہے، میں نے اسلام کو گلے لگایا ہے تو تادم حیات اس پر قائم رہوں گا اور کوئی طاقت مجھے اسلام سے پھیر نہیں سکتی۔

اسی بیچ دسہرہ کا تہوار آگیا اور میرے گھر والے مجھ پر زور ڈالنے لگے کہ میں بھی ان کے تہوار میں شرکت کروں، میں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں کسی صورت میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا، ادھر بیوی رو رہی تھی تو اُدھر بچے رو رہے تھے، بلکہ سب نے کھانا تک نہیں کھایا لیکن میں اپنی بات پر اٹل رہا بالآخر تھک ہار کر سب نے دوسرے دن کھانا کھایا۔

ہفتہ عشرہ تک میں نے دسیوں بار اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی، اپنی محبت کا واسطہ دیا اور علیحدگی کی صورت میں معاشرتی بگاڑ اور بچوں کے مستقبل کی بربادی سے ڈرایا لیکن میری بیوی اپنے بھائیوں اور باپ کے بہکاوے میں آکر دین میں میرا ساتھ نہ دے سکی، جب مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ میرے خلاف یہ لوگ سازشیں کر رہے ہیں کیونکہ دو سال قبل مجھے اس کا تجربہ ہو چکا تھا کہ چند شرارت پسندوں نے میری بیوی کی بیوقوفی سے مجھے جسمانی اذیت پہنچانی چاہی تھی، لیکن اسی وقت میرا ایک دیرینہ دوست پہنچ گیا جس سے میں بال بال بچ گیا، اس بار بھی اس طرح کے آثار دکھائی دینے لگے تو میں ایک دن خفیہ طور پر استعمال کے کپڑے لیے، گھر سے نکل پڑا اور چند کلو میٹر دور میرے ایک دوست کا گھر ہے جہاں ایک ہفتہ چھپا رہا، اس بیچ ٹکٹ کا انتظام کیا اور دوبارہ کویت آگیا۔

واقعہ یہ ہے کہ میرے سسرال والوں نے ہی سارا معاملہ خراب کیا ہے جن کی میرے اہل خانہ کو پوری پشت پناہی حاصل ہے۔ مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں کہ میں اپنے اہل خانہ اور اولاد سے بچھڑ گیا ہوں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ وہ اسلام سے محروم رہ گئے ہیں۔ اخیر میں قارئین سے میری درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالی سے میرے اہل خانہ کی ہدایت کے لیے دعا کریں۔

urdu.indd 6 12/8/10 10:34 AM

فضائل محرم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْراً فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (سورة التوبة آیت 36)

''مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ ہے۔ اسی دن سے جب سے اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ ان میں چار مہینے ادب واحترام والے ہیں۔ یہی سیدھا ودرست دین ہے۔ تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو''۔

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں اس بات کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی :

''زمین وآسمان کی تخلیق کے دن سے زمانہ گردش میں ہے۔ سال بارہ مہینوں کا ہے جن میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین مسلسل ہیں۔ ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ اور محرم جبکہ ایک مہینہ رجب ہے''۔ (صحیح البخاری (3197) صحیح مسلم (4383)

ان مہینوں کو حرمت والا اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں ہر ایسے کام سے جو فتنہ وفساد اور امن عامہ کی خرابی کا باعث ہو، بالخصوص منع فرمادیا ہے۔ مثلاً آپس میں لڑائی جھگڑا اور ظلم وزیادتی وغیرہ نافرمانی کے کام کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان حرمت والے مہینوں میں قتال کرکے ان کی حرمت پامال کرکے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب نہ کرو۔ ہاں اگر کفار ان مہینوں میں بھی تمہیں لڑنے پر مجبور کردیں تو لڑائی کرنا درست ہی نہیں بلکہ فرض بھی ہے۔

محرم الحرام کی فضیلت

ماہ محرم الحرام اسلامی سن ہجری کا پہلا مہینہ ہے جس کی بنیاد نبی کریم ﷺ کے واقعہ ہجرت پر ہے۔ اس اسلامی سن کا تقرر اور آغاز استعمال 18 ہجری میں عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس لحاظ سے یہ مہینہ تاریخی اہمیت کا حامل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شہادت حسین ؓ کا اس مہینے کی حرمت سے کوئی تعلق ہے؟ خیال رہے کہ اس مہینے کی حرمت کا سیدنا حسین ؓ کے واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ مہینہ اس لیے قابل احترام ہے کہ اس میں سیدنا حسین ؓ کی شہادت کا واقعہ دلگداز پیش آیا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ یہ واقعہ شہادت تو نبی کریم ﷺ کی وفات سے پچاس سال بعد پیش آیا جبکہ اس بات سے ہر مسلمان بخوبی واقف ہے کہ دین اسلام نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں مکمل ہوگیا تھا۔ فرمان الٰہی ہے:

الیوم أکملت لکم دینکم و أتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ :۳) ''آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنا انعام کامل کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہوگیا ہوں''۔

تکمیل دین کے بعد کوئی ایسا کام کرنا جس کا نہ تو شریعت اسلامیہ سے کوئی تعلق ہو اور نہ نبی کریم ﷺ سے کوئی نسبت ہو، سراسر غلط اور ناجائز ہے۔ اس لیے یہ تصور اس آیت قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ پھر خود اسی مہینے میں اس سے بڑھ کر ایک اور واقعہ شہادت پیش آیا تھا یعنی یکم محرم کو خلیفۂ ثانی عمر فاروق ؓ کی شہادت کا واقعہ، اگر بعد میں ہونے والی شہادتوں کی شرعاً کوئی حیثیت ہوتی تو شہادتِ عمر فاروق ؓ اس لائق تھی کہ اہل اسلام اس کا اعتبار کرتے۔

سیدنا عثمان ؓ کی شہادت ایسی تھی کہ اس کی یاد منائی جاتی جبکہ یہ تمام واقعات تکمیلِ دین کے بعد پیش آئے ہیں۔ نہ تو نبی ﷺ کا یومِ وفات صحابہ نے کبھی منایا اور نہ باقی خلفاء وصحابہ کا یومِ شہادت منایا گیا۔ اس لیے ان شخصیات کی یاد میں مجالس عزا مخصوص کرنا دین میں اضافہ کرنا ہے جس کی قطعاً اجازت نہیں۔

محرم الحرام میں مسنون عمل

ماہ محرم میں مسنون عمل بالخصوص روزے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ ماہ محرم میں بکثرت روزے رکھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس مہینے میں روزے رکھنے کی ترغیب دلاتے جیسا کہ حدیث نبوی میں رمضان کے علاوہ نفلی روزوں میں محرم کے روزوں کو افضل قرار دیا گیا ہے فرمان نبوی ہے أفضل الصیام بعد رمضان شهر الله المحرم ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم (حدیث : 1163 . (3755)

عاشوراء محرم کے روزے کی فضیلت

عبداللہ بن عباس ؓ روایت کرتے ہیں کہ ان رسول الله ﷺ قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشوراء فقال لهم رسول الله ﷺ ما هذا اليوم الذى تصومونه؟ فقالوا هذا يوم عظيم أنجى الله فيه موسى و قومه و غرق فرعون و قومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله ﷺ فنحن أحق و أولى بموسى منكم، فصامه رسول الله ﷺ وأمر بصيامه.

''نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ نے ان سے کہا: یہ کونسا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا: یہ بڑا عظیم دن ہے۔ اللہ نے اس دن موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر روزہ رکھا۔ اس لیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم فرمایا''۔ (صحیح مسلم (۲۶۵۸) مسند احمد ۳۶۰/۲) بالخصوص یوم عاشوراء کی فضیلت بتلاتے ہوئے فرمایا: یکفر السنة الماضية پچھلے ایک سال کے گناہوں کو مٹادیتا ہے۔ (صحیح مسلم ۱۱۶۲)

لیکن بعد میں نبی کریم ﷺ کو خبر ملی کہ یہود اب بھی اس دن کی تعظیم میں روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لئن بقيت الى قابل لأصومن التاسع ''اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو میں ضرور 9 تاریخ کا روزہ رکھوں گا'' (صحیح مسلم 1134) لیکن آئندہ محرم سے پہلے ہی آپ ﷺ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حدیث لئن بقيت الى قابل کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول مصنف عبدالرزاق اور بیہقی میں موجود ہے جس سے یہی مفہوم بنتا ہے کہ 9 اور 10 محرم دونوں روزے رکھنے چاہئیں۔

1۔ 10 محرم کا روزہ آپ ﷺ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے نجات پانے کی خوشی میں رکھا تھا اور صحیح حدیث میں واضح طور پر اعلان کیا فنحن أحق و أولى بموسى منكم اور اس امر سے آپ کی دستبرداری مروی نہیں لہذا اس اعتبار سے 10 محرم کا روزہ بہرحال مسنون ہے۔

2۔ کسی دن کی تاریخی حیثیت کو بدلا نہیں جاسکتا بصورت دیگر اس کی مقررہ فضیلت وثواب سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔

قابل عمل صورت :

عاشوراء محرم کے روزے سے فیضیاب ہونے والے کے لیے درج ذیل صورت قابل عمل ہے۔ عاشوراء (دس محرم کے روزے سے پہلے 9 محرم کا روزہ۔ یہ افضل صورت ہے یا 10 محرم کے ساتھ 11 محرم کا روزہ یا 9۔10 اور 11 محرم پے در پے تین روزے رکھ لیے جائیں۔

urdu.indd 7 12/8/10 10:34 AM

ماہ محرم اور مروجہ بدعات ورسومات

واقعہ کربلا نبی کریم ﷺ کی وفات اور دین محمدی ﷺ کی تکمیل کے تقریباً 50 سال بعد پیش آیا۔ یہ ایک تاریخی سانحہ ہے لیکن واقعہ شہادت حسین ؓ کی وجہ سے شیطان کو بدعتوں اور ضلالتوں کے پھیلانے کا موقع مل گیا، چنانچہ کچھ لوگ ماہ محرم کا چاند نظر آتے ہی اور بالخصوص دس محرم میں نام نہاد محبت کی بنیاد پر سیاہ کپڑے زیب تن کرتے ہیں۔ سیاہ جھنڈے بلند کرتے ہیں۔ نوحہ و ماتم کرتے ہیں۔ تعزیے اور تابوت بناتے ہیں۔ منہ پیٹتے اور روتے چلاتے ہیں۔ بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔ ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔ گرمی ہو یا سردی، جوتا نہیں پہنتے۔ نوحہ اور مرثیے پڑھتے ہیں۔ عورتیں بدن سے زیورات اتار دیتی ہیں۔ ماتمی جلوس نکالے جاتے ہیں۔ زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کیا جاتا ہے۔ سیدنا حسین ؓ اور دیگر شہداء کی نیاز کا شربت بنایا جاتا ہے۔ پانی کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں۔ (حالانکہ اس دن روزہ رکھنا نبی کا مسنون اور افضل عمل ہے) عاشوراء محرم کے دوران شادی وخوشی کی تقاریب نہ کرنا (جبکہ شریعت محمدی میں اس کی کوئی ممانعت نہیں ورنہ باقی سارا سال بھی دیگر جید صحابہ کی شہادت کے سوگ مناتے گزر جائے گا)، شہادت کا سوگ ہر سال منانا، یہی نہیں بلکہ عظیم صحابہ واسلاف کو گالیاں دینا، طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا اور دیگر مختلف قسم کی خود ساختہ خرافات، ان صحابہ واسلاف کی طرف منسوب کرنا اور ان بے گناہ لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا جو دین اسلام کے اولین راوی ہیں، جن کے بغیر دین اسلام کا کوئی شعبہ مکمل نہیں ہوتا، جنہیں واقعات کربلا سے دور ونزدیک کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر واقعہ کربلا کی جو کتابیں پڑھی جاتیں ہیں، وہ زیادہ تر اکاذیب واباطیل کا مجموعہ ہیں جن کا مقصد فتنہ وفساد کے نئے دروازے کھولنا اور امت میں پھوٹ ڈالنا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ تمام بدعات وخرافات ایک خاص مذہب کی ترویج وتبلیغ اور اس کو سہارا دینے کے لیے ایک سوچی سمجھی پلاننگ کا نتیجہ ہیں جن کی ادائیگی میں امن عامہ قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ سب جانتے ہیں، اسلام امن وآشتی کا دین ہے۔ دیکھا دیکھی، ہمارے اہل سنت بھائیوں نے بھی اس نسبت سے ایسے کام شروع کر دیے جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی وجود نہیں، جو سراسر بدعات وضلالت پر مبنی امور ہیں، جن کی دین اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔ یہ حضرات اپنے زعم میں اس مہینے کا احترام کرتے ہوئے اس کی تقدیس واحترام کو پامال کر دیتے ہیں اور ثواب حاصل کرنے کے بجائے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں اور گنہگار بن کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمانوں کی لسٹ میں اپنا نام درج کروا لیتے ہیں۔

ماہ محرم الحرام میں عام دستور ورواج کے مطابق شہادت حسین ؓ اور واقعات کربلا کے حوالہ سے، بازاروں دوکانوں، ریڈیو، ٹی وی اور دیگر مجالس میں لوگوں کے سامنے مکذوبہ، موضوعہ اور ضعیف من گھڑت خود ساختہ داستانیں اور قصے بڑی رنگ آمیزی سے بیان کئے جاتے ہیں جس میں وہ خود بھی روتے ہیں اور سننے والوں کو بھی رلاتے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جو لوگ کربلا کا فسانہ اور شہید مظلوم کی خود ساختہ داستانیں اور ان پر پانی بند ہونے کے جھوٹے قصے لوگوں کو سنتے سناتے ہیں، وہی محرم کے مہینے شربت کے مٹکے اور قسم قسم کے گانوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ شہادت تو ایک انمول اعزاز کو کہتے ہیں جس پر سیدنا حسین ؓ فائز ہوئے۔ شہید زندہ ہوتا ہے نہ کہ مردہ۔

ہمارے بہت سے سنی بھائی، بہن رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی بھی اور کچھ ان کے وسیع پروپیگنڈے کے شکار ہو کر بھی درج ذیل بدعات کا ارتکاب کرتے ہیں۔

1۔ مجالس شہادت: جن میں سنی عوام گریہ وزاری کا وہی منظر پیش کرتے ہیں جو مجالس روافض سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا۔

2۔ ویڈیو، ٹی وی اور دیگر مجالس میں سنے گئے نوحے اور مرثیے پڑھتے ہیں۔

3۔ محرم کی دس تاریخ کو چولہے اوندھے کر دیے جاتے ہیں۔

4۔ نو بیاہی عورتیں یوم عاشوراء اپنے اپنے میکے میں گزارتی ہیں۔

5۔ زیورات کا پہننا شہادت حسین ؓ کے غم میں ترک کر دیتی ہیں۔

اس کے علاوہ توہم پرست لوگوں نے اور بھی بہت سے باطل خیال قائم کر لیے ہیں۔ مثلاً مہینہ کے پہلے دس دنوں میں اگر کوئی اپنی بیوی سے ہم بستری کرے گا تو اولاد منحوس ہوگی یا ناقص العقل ہوگی۔ شادی ہو تو مبارک نہ ہوگی۔ کچھ اس قسم کا خیال عرب کے جاہل لوگوں کا تھا۔ ماہ شوال کو منحوس سمجھتے اور اس میں شادی نہیں کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے اس خیال باطل کو توڑنے کے لیے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ماہ شوال میں کی اور رخصتی بھی اسی مہینے میں ہوئی۔ اسلام میں اس قسم کی مشقتوں کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ دوسری طرف ایسے حضرات کو عاشوراء محرم کے دوران شادیاں بھی کرنی چاہئیں اسلام میں کسی بھی شخص کی موت یا شہادت پر تین دن سے زیادہ کا سوگ نہیں، ماسوائے بیوہ عورتوں کے، وہ اپنے خاوندوں کی اموات و شہادت پر چار ماہ دس دن سوگ کے لیے زیب وزینت کو ترک کرتی ہیں لیکن اس سوگ کا ہر سال اعادہ نہیں کرتیں۔

ماہ محرم کے حوالہ سے ایک اور کام جس کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں ہے، کجیاں، ٹھوٹھیاں بھرنا ہے، معلوم نہیں اس چیز کا شہادت حسین ؓ سے کیا تعلق ورشتہ ہے۔ دس محرم کا سورج طلوع ہوتے ہی عورتیں اور مردان کجیوں میں لسی یا دودھ ڈالتے ہیں۔ ٹھوٹھیوں میں حلوہ یا کھیر بھرتے ہیں اور بچوں میں بانٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ کچھ حضرات مٹی کے کچے پیالے لے کر ان میں کھیر ڈال کر بانٹتے ہیں۔ کچھ حلیم کی دیگیں پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔

ماہ محرم میں ایک اور خلاف شرع کام یہ کیا جاتا ہے کہ محرم کے آغاز سے ہی قبروں کی لیپا پوتی کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ جوں جوں 10 محرم قریب آتا جاتا ہے قبرستانوں میں رونق کے اندر اضافہ ہو جاتا ہے۔ 10 محرم کا سورج طلوع ہوتے ہی لوگ جوان بہو، بیٹیوں کو لے کر قبرستانوں کی جانب نکل پڑتے ہیں۔ پھولوں اور اگربتیوں کے سٹال لگائے جاتے ہیں۔ قبروں کی لیپا پوتی کی جاتی ہے۔ ان پر مرد و زن اکٹھے مٹی ڈالتے ہیں جس سے کئی ایک غیر شرعی قباحتیں لازم آتی ہیں مثلاً بے پردگی، محرم کے بغیر گھر سے نکلنا وغیرہ۔ پھر مٹی ڈالنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے اگر کوئی مٹی ڈالنے کے بعد شیرینی تقسیم نہ کرے تو قبر والے پر بوجھ رہتا ہے۔

یہ سب من گھڑت اور بدعات وخرافات پر مبنی افعال ہیں۔ قبروں کی زیارت کا حکم تو نبی ﷺ نے اس لیے دیا ہے کہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی رہے، اگر وہاں پر اس قدر پر رونق سماں پیدا کیا جائے تو بلاشبہ یہ شرعی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اور شریعت اسلامیہ نے قبروں کی زیارت کے لیے کوئی خاص دن بھی مقرر نہیں کیا لہذا کسی خاص دن زیارت کو مقید کر دینا بھی شریعت اسلامیہ کے منافی عمل ہے۔ خستہ قبر کو درست تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا انہیں پختہ کرنے

urdu.indd 8 12/8/10 10:34 AM

کی کسی صورت اجازت نہیں ۔ دنیا میں جنت البقیع بہترین قبرستان ہے ۔ دور نبوی ﷺ یا دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کبھی وہاں دس محرم کو اس طرح میلہ نہیں لگایا گیا اور نہ مٹی اور پھول ڈالنے کا اہتمام کیا گیا۔

رسومات محرم پر سلف علمائے کرام کا تبصرہ :

1۔ شاہ ولی اللہ محدث دھلویؒ فرماتے ھیں :

''اے بنی آدم تم نے اسلام کو بدل ڈالنے والی بہت سی رسمیں اپنا رکھی ہیں مثلاً تم دسویں محرم کو باطل قسم کے اجتماع کرتے ہو۔ کئی لوگوں نے اس دن کو نوحہ و ماتم کا دن بنالیا ہے حالانکہ اللہ تعالی کی مشیت سے حادثے ہمیشہ رونما ہوتے ہی رہتے ہیں ۔ سیدنا حسین ﷺ اس دن (مظلوم شہید کے طور پر) قتل کئے گئے تو وہ کونسا دن ہے جس میں کوئی نہ کوئی اللہ کا نیک بندہ فوت نہیں ہوا (لیکن تعجب کی بات ہے کہ) انہوں نے اس سانحہ شہادت مظلومانہ کو کھیل کود کی چیز بنالیا۔ تم نے ماتم کو عید کے تہوار کی طرح بنالیا۔ گویا اس دن زیادہ کھانا پینا فرض ہے اور نمازوں کا تمہیں کوئی خیال نہیں جو فرض عین ہے ۔ ان کو تم نے ضائع کردیا ۔ یہ لوگ انہیں من گھڑت کاموں میں مشغول رہتے ہیں ۔ نمازوں کی توفیق ان کو ملتی ہی نہیں''۔

(بحوالہ تفہیمات الالہیہ ا تفہیم ۶۹ ۲۸۸/ طبع حیدرآباد سندھ ۱۹۷۰ء)

2 ۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ۳۰٤ھ کے واقعات میں ماتمی جلوسوں کے سلسلہ میں لکھتے ھیں:

''یہ (ماتمی مجالس وغیرہ) کی رسمیں اسلام میں ان کی کوئی ضرورت نہیں واقعتہ اگر یہ اچھی چیز ہوتی تو خیر القرون اور اس امت کے ابتدائی اور بہتر لوگ اس کو ضرور کرتے ۔ وہ اس کے سب سے زیادہ اہل تھے ۔ (بات یہ ہے) کہ اہل سنت (سنت نبوی کی) اقتداء کرتے ہیں ۔ اپنی طرف سے بدعتیں نہیں گھڑتے ۔'' (البدایہ والنہایہ ۱۱/۲۷۱)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صراط مستقیم صفحہ ۵۹ پر تحریر فرمایا ہے:

''(فارسی عبارت کا خلاصہ یہ ہے) پاک و ہند میں تعزیہ سازی کی جو بدعت رائج ہے یہ شرک تک پہنچادیتی ہے کیونکہ تعزیہ میں سیدنا حسین ﷺ کی قبر کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور پھر اس کو سجدہ کیا جاتا ہے اور وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں ۔ اور ان معانی میں یہ پورے طور پر بت پرستی ہے ۔ (اعاذنا اللہ منہ)''

3۔ امام احمد رضا خان صاحب بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ھیں ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلفائے مرسلین مسئلہ ذیل کے بارے میں 1۔ بعض اہل سنت و جماعت عشرہ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے ہیں اور نہ جھاڑو دیتے ہیں اور کہتے ہیں بعد دفن تعزیہ روٹی پکائی جائے گی ۔ 2۔ ان دس دنوں میں کپڑے نہیں بدلتے ۔ 3۔ ماہ محرم میں کوئی شادی بیاہ نہیں کرتے 4۔ ان ایام میں سوائے امام حسن ﷺ اور امام حسین ﷺ کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ۔ یہ جائز ہے یا ناجائز ۔ (بینوا توجروا)

جواب : پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں سوگ حرام ہے اور چوتھی

> ''پاک و ہند میں تعزیہ سازی کی جو بدعت رائج ہے یہ شرک تک پہنچادیتی ہے کیونکہ تعزیہ میں سیدنا حسین ﷺ کی قبر کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور پھر اس کو سجدہ کیا جاتا ہے اور وہ سب کچھ کیا جاتا ہے جو بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ کرتے ہیں اور ان معانی میں یہ پورے طور پر بت پرستی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ'' (شاہ اسماعیل شہیدؒ)

بات جہالت ہے ۔ واللہ تعالی اعلم

(حوالہ احکام شریعت مسئلہ نمبر 150 ۔ محرم الحرام (1328ھ)

دعوت فکر

مکرم ومحترم قارئین ! یہ قانون فطرت ہے کہ ہر ایک چیز کو فنا ہونا ہے اور ہر ایک متنفس کو موت کا منظر دیکھنا ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں خواہ کوئی نبی ہو یا ولی۔

لیکن بعض اموات ایسی ہولناک اور پریشان کن ہوتی ہیں کہ جن کے حزن و ملال کی داستان الفاظ سے نہیں بیان کی جاسکتی اور ایسے اندوہناک حادثات کے احساس وشعور کو تعبیر کرنے سے زبان وقلم عاجز ہوتے ہیں ۔ صرف ایک ہی حکم ہے جس سے ان احساسات کی تعبیر ممکن ہے اور وہ یہ کلمہ ہے جسے مسلمان اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں ایسے موقعوں پر بار بار دہراتے ہیں ۔ اور وہ یہ ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ یعنی اس صدمہ کے احساسات کو تعبیر کرنے اور اس کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے جل شانہ نے ایک نسخہ کیمیا بتایا ہے جس میں انسانی زندگی کی حقیقت مضمر ہے کہ انسان کی آمد و رفت تمام کچھ اللہ ہی کے لیے ہے ۔ لیکن افسوس ! بعض نفس پرست لوگوں نے اللہ کے اس بتائے ہوئے نسخے کو چھوڑ کر اپنے زخموں کی مرہم کرنے کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کر لیے ہیں ۔ ان متفرق طریقوں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ محبت اور غلو عقیدت یا مکر و فریب اور دھوکہ دہی کی وجہ سے سینہ کوبی اور ماتم وغیرہ شروع کر دیتے ہیں اور اپنے جسم اور جسم کے بالوں کو نوچنا اور اپنے گریبانوں کو چاک کرنا اپنا علاج سمجھتے ہیں اور بآواز بلند نوحہ کرنے اور آواز کسنے واویلا کرنے میں اپنی شفا تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام چیزیں اسلام میں ممنوع اور حرام ہیں لیکن اس کے باوجود بھی بعض لوگ انہی میں اپنی شفا سمجھتے ہیں ۔ اور اس کو اپنے لیے باعث افتخار اور خاص شعار سمجھتے ہیں ۔ درحقیقت یہ سب کچھ اسلام سے دوری اور پہلوتہی کا نتیجہ ہے اور پھر اس انسان پر جس کی موت بھی شہادت کی موت ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ اس کو دنیا ہی میں جنت کی بشارت مل چکی ہو اور بشارت بھی اس درجہ کی کہ کسی اور کے نصیب بھی نہ ہو اور پھر اس انسان پر جس نے اپنی تمام زندگی خرافات کے قلع قمع کرنے میں گزاری ہو اور مرتے دم بھی زبان پر ان کے خلاف ہی الفاظ ہوں اس کی موت پر ایسا کرنا کسی منصف مزاج انسان کے نزدیک اس کے ساتھ محبت والفت کا طریقہ نہیں ہوسکتا بلکہ عدل وانصاف کے منافی اور اس پر زیادتی ہے ۔ جبکہ ان سے محبت کا تقاضا تو یہ ہے ہم وہ کام کریں جو وہ کرتے تھے ۔ بقول شاعر

لو کنت صادقا فی حبہ لاطعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

اگر تجھے اپنے محبوب سے سچی محبت ہوتی تو اس کی باتیں مانتا کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے ۔

محترم قارئین ! اگر ہماری محبت واقعی سچی اور مبنی بر خلوص ہے تو چاہیے کہ ان کی باتیں مانی جائیں ۔ وہ کام کیے جائیں جو وہ پسند کرتے تھے ۔ نماز سیدنا حسین ﷺ کی محبوب ترین چیز تھی ۔ انہوں نے ساری زندگی باقاعدگی سے نماز ادا کی ۔ نماز ترک کرنا تو درکنار کبھی نماز کی ادائیگی میں ذرا سی سستی و کاہلی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا نہ کسی سے دھوکہ کیا، انہوں نے داڑھی بھی سنت کے مطابق رکھی ہوی تھی ۔ سیدنا حسین ﷺ تقوی کے اعلی معیار پر فائز تھے ۔ خشیت الہی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوی تھی غرض یہ کہ انہوں نے زندگی بھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی کبھی خلاف ورزی اور نافرمانی کا سوچا بھی نہیں لیکن ہم تمام کاموں سے عاری ہیں ہماری زندگیاں روزمرہ کے معمولات بالکل ان کی زندگی کے برعکس ہیں اور یہاں ہم ایک دوسرے پر فتوے لگاتے ہیں اور ان کی محبت کے کھوکھلے دعوے کرتے ہیں ۔ ان کی محبت میں بڑے بڑے عظیم و بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی طعن وتشنیع کا نشانہ بنانے سے باز نہیں آتے حالانکہ سیدنا حسین ﷺ نے بذات خود اپنی پوری زندگی صحابہ رضی اللہ عنہم تو درکنار، کسی عام آدمی سے بھی ہتک آمیز سلوک نہیں کیا ۔ ایک طرف تو اتنے بڑے بڑے دعوے اور دوسری طرف زندگیوں میں اتنا تفاوت' یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ہم ہیں کہ اس قسم کی رسومات، بدعات خرافات واختراعات میں اپنا وقت مال اور وسائل برباد کر رہے ہیں جبکہ دین اسلام کے دشمن تو ہر وقت اسلام اور اس کے ماننے والوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لیے طرح طرح کی سازشوں میں مصروف ہیں ۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہم سب اتحاد و یگانگت کی ایسی مثال پیش کریں کہ دشمن پر ہماری دھاک بیٹھ جائے لیکن ہم میں ان جذبات کا تا حال فقدان ہے ۔

آج ہم سب کو مل کر یہ ثابت کر دینے کی ضرورت ہے کہ ہمیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ، تمام صحابہ، تمام خلفائے راشدین اور اہل بیت سے سچی محبت ہے ۔

آخر میں اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مہینے کا حقیقی احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فضول رسومات اور بدعات وخرافات سے ہماری حفاظت فرمائے ۔ آمین

urdu.indd 9 12/8/10 10:34 AM

سید عبدالسلام عمری (کویت)

نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت

موقع اور محل کا پاس ولحاظ ضروری ہے

ہر زبان میں بولنے، تقریر کرنے اور لکھنے کے ڈھنگ ہوتے ہیں انہیں جاننا بیحد ضروری ہے، چاہے وہ مقامی اور زبانی محاورے ہوں، اشعار ہوں، لطیفے ہوں، مقصود تو لوگوں کے دلوں میں اپنی بات خوش اسلوبی سے اتارنی ہے، سامعین وقارئین جس نوعیت کے ہوں زبان وقلم کو اسی طرح اختیار کرنا چاہیے، ناخواندہ طبقہ کے سامنے فلسفیانہ انداز گفتگو اپنانا، مشکل الفاظ اور بھاری بھرکم جملوں اور ترکیبوں کا استعمال کرنا عقلمندی نہیں بلکہ ہمارے اس رویہ سے ہماری دعوت اور اصلاح کی بات بے نتیجہ ہوکر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کان کلامه کلاما فصلا یفهمه کل من یسمعه ''آپ کی بات بالکل صاف اور واضح ہوتی تھی' جو بھی سنتا بآسانی سمجھ جاتا''۔ (ابوداؤد)

بعثت محمدی کے چار بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد تزکیۂ نفس رہا ہے، ظاہری بات ہے کہ تزکیہ نفس کے لیے صرف قرآن کے الفاظ سنا دینا ہی کافی نہیں بلکہ افراد معاشرہ کی تربیت وتزکیہ بھی ناگزیر ہوتا ہے، آپ اپنے صحابہ کی تربیت کے لیے بہتر مواقع کی تلاش میں لگے رہتے، جب کبھی آپ کو کوئی مناسب موقع ملتا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے صحابہ کی تربیت کرتے:

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بازار سے گذر رہے تھے، لوگوں نے آپ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا، آپ کا گذر ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بکری کے بچہ سے ہوا، آپ قریب گئے اور اس کے کان پکڑ کر فرمایا: ''تم میں سے کون اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنا پسند کرے گا''؟

صحابہ نے عرض کیا: ''ہم کسی بھی قیمت پر اس کو خریدنا نہیں چاہتے، یہ ہمارے کس کام آئے گا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم پسند کروگے کہ یہ مفت میں تمہیں مل جائے؟ صحابہ نے باادب عرض کیا: یارسول اللہ! یہ اگر زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کا عیب اس میں تھا ہی' جبکہ ابھی تو یہ مردہ ہے، اس لیے اس کو لینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ بچہ تمہاری نظر میں جتنا بے وقعت ہے' دنیا اللہ کی نظر میں اس سے کہیں زیادہ بے وقعت ہے''۔

آپ ﷺ صحابہ کرام کے جذبات کو بخوبی جانتے تھے چنانچہ موقع کو غنیمت جانا اور دنیا کی بے وقعتی کو خوش اسلوبی سے صحابہ کے ذہنوں میں بٹھائی جس کا نتیجہ تھا کہ دنیا کی ظاہری چمک دمک

> عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ محبت وخیر خواہی کا اظہار کرنا تو دور کی بات ہے کسی کے فعل خیر پر ہمت افزائی بھی نہیں کرتے۔ اور اگر کسی سے جانے انجانے کوئی چوک ہوجائے تو وہی لوگ اس کا چرچا کچھ اس طرح کرتے ہیں گویا کہ اس شخص میں کوئی خوبی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے جیسے وہ انسان ہی نہیں، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا طریق کار بالکل الگ تھا، آپ لوگوں کی اچھائیوں کا تذکرہ کرتے اور ان کی بُرائیوں پر پردہ ڈال دیا کرتے تھے۔

ان کی نظروں کو کبھی اپنی طرف نہ پھیر سکی۔

اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ والدین اپنے بچوں، اساتذہ اپنے شاگردوں اور بادشاہ اپنی رعایا کی تربیت کے لیے موقع کی تلاش میں رہے، اگر کوئی اچھی بات ذہن نشین کرانے کے لیے ذرا سا بھی موقع مل جائے تو اس سے بھرپور فائدہ اٹھائے کیونکہ ایک مربی کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: ''دلوں کی کچھ خواہشات اور میلانات ہوتے ہیں، کسی وقت وہ بات سننے کے لیے تیار ہوتے ہیں اور کسی وقت اس کے لیے تیار نہیں ہوتے، تم لوگوں کے دلوں میں میلان کے وقت داخل ہو اور اس وقت اپنی بات کہو جبکہ وہ سننے کے لیے آمادہ ہو کیونکہ دل کا معاملہ ایسا ہے کہ جب اسے کسی بات پر مجبور کیا جاتا ہے تو وہ اندھا ہوجاتا ہے (بات کو قبول کرنے سے انکار کر بیٹھتا ہے)''۔ (کتاب الخراج ابویوسف)

ایک بار کا واقعہ ہے ایک شخص آپ کی خدمت میں آکر پوچھا: متی الساعة یا رسول الله ؟ اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئے گی؟ دیکھنے میں یہ ایک سیدھا سادا سوال تھا جو کسی کے ذہن میں بھی اٹھ سکتا تھا اور نارمل انداز میں آپ اس کا جواب دے کر بات ختم کردیتے، مثلاً قیامت کی کچھ نشانیاں بتا دیتے، یا کہتے کہ اس کا علم مجھے نہیں ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے وغیرہ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا، آپ نے جب دیکھا کہ ایک شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے اور اس کے وقوع کے بارے میں سوال کررہا ہے تو آپ جواب دینے کی بجائے خود ہی سوال کرتے ہیں: ماذا أعددت لها ؟ تو نے اس دن کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس سوال کے ذریعہ آپ ﷺ نے اس کی سوچ کو ایک صحیح رخ دیا اور یہ حقیقت اس کے ذہن نشین کرائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی بلکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ قیامت کے لیے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ اگر قیامت دیر سے بھی آئے مگر ہماری طرف سے کوئی تیاری نہ ہو تو بے کار ہے۔ آپ کی اس خوش اسلوبی نے سوال کرنے والے کو احتسابی کیفیت میں مبتلا کردیا، اس نے اپنی پوری زندگی کا جائزہ لیا اور کہا: حب الله ورسوله ''(اس دن کے لیے) میں نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو بطور توشہ تیار کر رکھا ہے''۔

یعنی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، زندگی کے ہر معاملہ میں ان دونوں کو راضی رکھنا چاہتا ہوں، میری زندگی اللہ کی بندگی میں گذرے یہی میری تمنا ہے، میری زندگی کا مقصد دین الٰہی کی سرفرازی ہے، میری تمام تر سرگرمیوں کا محور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کا حصول ہے، جب آپ نے ان کا یہ جملہ سنا تو نہایت فرحت وانبساط سے انہیں یہ خوش خبری سنائی أنت مع من أحببت ''تم نے جس سے محبت کی اسی کے ساتھ تم رہوگے''۔ (بخاری ومسلم)

محبت اور دل سوزی

حضور اکرم ﷺ کا انداز بیان شیریں اور محبت ودل سوزی سے لبریز ہوتا، آپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی آواز مخاطب کے دل میں اتر جاتی، آپ کا انداز بیان اس قدر مشفقانہ اور خیر خواہانہ ہوتا کہ مخاطب مجال سرتابی نہ کرسکتا اور آپ کی بات کو نہایت خوش دلی سے عملی جامہ پہنانے کو تیار ہوجاتا۔

ایک بار آپ نے خاندان قریش کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''قافلے کا دیدبان کبھی بھی اپنے ساتھیوں سے جھوٹ نہیں بولتا، اللہ کی قسم! اگر میں (بفرض محال) تمام لوگوں سے غلط بات کہنے پر آمادہ ہو بھی جاتا تب بھی تم سے غلط بات نہ کہتا۔ اگر (بفرض محال) تمام لوگوں کے ساتھ دھوکہ دہی کرتا' تب بھی تمہارے ساتھ دھوکہ دہی نہیں کرتا۔ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں میں تمام لوگوں کی جانب اور خاص طور پر تمہاری جانب اللہ کا رسول ہوں۔ جس طرح تم سوجاتے ہو پھر نیند سے بیدار ہوتے ہو اللہ کی قسم ویسے ہی تم کو مرنا ہے اور مرنے کے بعد جی اٹھنا ہے، تم سے تمہارے کاموں کا حساب لیا جائے گا، تمہیں بھلائی کا بدلہ بھلائی سے اور برائی کا بدلہ برائی سے ضرور دیا

urdu.indd 10 12/8/10 10:34 AM

جائے گا اور یہ بدلہ یا تو ہمیشہ کی جنت کی شکل میں ہوگا یا ہمیشہ کی جہنم کی صورت میں''۔

دیکھئے مربیٔ اعظم کا انداز بیان، محبت اور دل سوزی سے لبریز لب ولہجہ کہ ایک ایک جملہ سے محبت اور خیر خواہی ٹپک رہی ہے، عقلی اور جذباتی اپیل کے ساتھ ساتھ آپ نے توحید، رسالت اور آخرت کی حقیقتوں کو بحسن وخوبی ان کے ذہن نشیں کیا۔

آپ کی یہ ہمدردی محض زبانی نہ تھی بلکہ آپ لوگوں کے سراپا معاون اور مددگار تھے، لوگوں کے دکھ درد میں بذات خود شریک ہوتے، مصائب میں ان کی دل جوئی کرتے، ہمیشہ لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے، اظہار محبت کے لیے مصافحہ اور معانقہ بھی کرتے، آپ کا یہی اسوہ لوگوں کو آپ کا گرویدہ بناتا اور وہ آپ کے ہر حکم پر جان دینے کے لیے تیار رہتے۔

ایک بار ایک شخص نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے آیا، آپ نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلیوں پر نشانات پڑے ہوئے ہیں، آپ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا رسول اللہ میں ایک مزدور آدمی ہوں، کسب حلال کے لیے مجھے پتھر توڑنا پڑتا ہے، اس سخت محنت کی وجہ سے یہ نشانات پڑ گئے ہیں، جب آپ نے یہ بات سنی تو فرط محبت میں اس کے ہاتھ چوم لیے۔

غور کیجئے آنحضرت ﷺ کے اس فعل مبارک سے اس کا کتنا دل بھر آیا ہوگا اور اس کا حوصلہ کتنا بلند ہوا ہوگا۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ محبت وخیر خواہی کا اظہار کرنا تو دور کی بات ہے کسی کے فعل خیر پر ہمت افزائی بھی نہیں کرتے۔ اور اگر کسی سے جانے انجانے کوئی چوک ہو جائے تو وہی لوگ اس کا چرچا کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ گویا اس شخص میں کوئی خوبی ہی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے جیسے وہ انسان ہی نہیں، اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا طریق کار بالکل الگ تھا، آپ لوگوں کی اچھائیوں کا تذکرہ کرتے اور ان کی بُرائیوں پر پردہ ڈال دیا کرتے تھے۔

ایک صحابی کو شراب کی لت پڑ گئی تھی، ایک سے زائد بار شراب پینے کی حالت میں ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا، ہر بار ان پر کوڑے برستے لیکن پھر دوبارہ شیطان شراب کا روگ بن کر انہیں بیمار کر دیتا اور وہ شراب پی لیتے، پھر آپ کی خدمت میں انہیں پیش کیا جاتا، سزا دی جاتی مگر پھر شراب پی لیتے۔

ایک بار جب انہیں شراب کے نشہ میں دھت حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو بیزار ہو کر کسی صحابی نے کہہ دیا: کیا عجیب بات ہے، اللہ کی لعنت ہو اس پر کہ بار بار اسے لایا جاتا ہے۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے ان کو لعنت کرتے ہوئے سنا تو آپ نے لعنت کرنے والے کو ڈانٹا: ''اس پر لعنت مت بھیجو، یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے''۔

ایک دوسری روایت میں ہے: ''خبردار! اپنے دینی بھائی کے مقابلہ میں شیطان کی مدد نہ کرو''۔ (الصحوۃ الاسلامیۃ)

رسول اکرم ﷺ کی وسعت قلبی دیکھئے کہ کس طرح آپ نے اس شخص کو اپنی شفقت کے سایے میں لے لیا، شراب نوشی کے جرم میں ملوث ہونے کے باوجود اس کی خوبیوں کا تذکرہ کیا اور یہ بات واضح کر دی کہ گو شراب نوشی بدترین گناہ بلکہ ام الخبائث ہے مگر اسلامی بھائی چارگی کا رشتہ اب بھی باقی ہے، کیونکہ اگر مرتکب معاصی کو کوسنے لگیں اور لعن طعن کرنے لگیں تو وہ نیک لوگوں سے دور ہوتا جائے گا، اب شیطان کو موقع ملے گا کہ اسے برائیوں کا مزید آلہ کار بنائے چنانچہ آپ نے تنبیہ فرمائی: ''اپنے دینی بھائی کے مقابلے میں شیطان کے مددگار مت بنو''۔

یہاں ایک لمحہ کے لیے رک کر ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو خوردبین لیے دوسروں کے عیوب کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور اپنی نگاہوں سے انہیں ساقط کرتے رہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے بہت پتے کی بات کہی ہے:

''بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں کرتا اور نہ اللہ کی نافرمانی کے لیے رخصت دیتا ہے، اور نہ اللہ کے عذاب سے انہیں بے خوف بناتا ہے''۔

تدریج بیحد ضروری ہے

فرمان الٰہی ہے: ﴿وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین﴾ (الذاریات 55) ترجمہ: ''اور نصیحت کرتے رہیں، یقیناً یہ نصیحت مومنوں کو نفع دے گی''۔

وعظ ونصیحت اور تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں تدریج بیحد ضروری ہے، اگر تدریج کا خیال نہ رکھا جائے تو اصلاح وتربیت مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ کسی کی خامیاں یک لخت ختم ہو جائیں تو یہ اس کی خام خیالی ہوگی۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ زیر تربیت افراد کی خوبیوں اور خامیوں کا اچھی طرح سے تجزیہ کر کے ایک خامی کو دور کرتے ہوئے ایک خوبی کو پروان چڑھایا جائے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دعوت وتبلیغ اور تربیت کے معاملہ میں تدریج کا اہتمام فرماتے تھے۔ کسی بھی مخاطب پر ہدایات یکبارگی نہ لادتے بلکہ مخاطب کی صلاحیت وصالحیت اور طاقت کے مطابق اسے احکام کا پابند بناتے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام میں جو کردار پروان چڑھا اس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔

قرآن کریم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اور کافروں نے کہا کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا، اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ اس سے ہم آپ کے دل کو قوی رکھیں، ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے'' (الفرقان 32-31)

قرآن کریم کو تورات، انجیل اور زبور کی طرح ایک ہی بار نازل نہ کرنے کی حکمت یہ بیان ہوتی ہے کہ ہم نے حالات اور ضروریات کے مدنظر اس قرآن کو 23 سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ اے پیغمبر تمہارا اور اہل ایمان کا دل مضبوط ہو اور ان کو بات خوب ذہن نشیں ہو جائے۔

قرآن کی مثال بارش کی سی ہے کہ جب بارش نازل ہوتی ہے تو مردہ زمین میں زندگی دوڑ جاتی ہے اور یہ فائدہ بالعموم اس وقت ہوتا ہے جب بارش وقفہ وقفہ نازل ہو نہ کہ یکبارگی موسلا دھار بارش ہو جائے اس کے بعد پھر کچھ نہ ہو۔

چنانچہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ''قرآن پاک میں پہلے پہل صرف وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے سایے میں آ گئے تو حلال وحرام کی آیتیں نازل ہوئیں، اگر پہلے ہی مرحلہ میں وہ آیات نازل ہو جاتیں جن میں شراب اور زنا کو حرام قرار دیا گیا ہے تو شاید لوگ پکار اٹھتے: ہم شراب اور زنا کو کبھی نہیں چھوڑیں گے''۔ (بخاری)

اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حکیمانہ اسلوب بھی ملاحظہ فرمائیے:

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! تم ایک ایسی قوم کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہے، تم پہلے انہیں توحید اور رسالت کی دعوت دینا۔ جب وہ یہ بات مان لیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اسکے رسول ہیں تو پھر انہیں یہ بتانا کہ اللہ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ اس بات کو بھی تسلیم کر لیں تو پھر انہیں یہ بتانا کہ اللہ نے ان پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی''۔

دیکھا آپ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے دعوت وتربیت کے سلسلے میں حضرت معاذؓ کو کس طرح تدریج وترتیب کا حکم دیا، چنانچہ تدریج میں جہاں یہ بات شامل ہے کہ تمام چیزیں یکبارگی تلقین نہ کی جائیں وہیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ترجیحات اور درجات ومراتب کا خیال رکھا جائے اور الأول فالأول کے اصول پر عمل کیا جائے۔

تدریج کا یہ قانون فطری ہے اور تمام مخلوقات میں پایا جاتا ہے، انسان، حیوانات اور نباتات میں سے ہر ایک کا وجود تدریجی مراحل سے گذر کر اپنے کمال کو پہنچتا ہے، ایسے میں اصلاح وتربیت جیسا اہم فریضہ بغیر تدریج کے کیسے مؤثر ہو سکتا ہے۔

ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بیٹے کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا:

''بیٹے! جلدی نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں شراب کی مذمت میں دو بار آیتیں نازل کیں، پھر تیسری بار آیات نازل کر کے شراب کو حرام قرار دیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں تدریج کو نظر انداز کر کے یکبارگی لوگوں کو پورے طور پر حق پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں تو کہیں لوگ اسے چھوڑ نہ دیں تو یہ فتنہ پہلے سے بھی بڑا فتنہ ہوگا''۔ (الموافقات)

urdu.indd 11 12/8/10 10:34 AM

کیا ترکِ علاج اولیٰ ہے؟

علاج کرانا افضل ہے یا ترک علاج؟ اور اس حدیث کا کیا مفہوم ہے جس میں آیا ہے کہ اپنے رب پر بھروسہ کرنے والے امت محمدیہ کے ستر ہزار لوگ بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، اس سلسلے میں مولانا سید جلال الدین عمری حفظہ اللہ کی قیمتی تحریر پیش خدمت ہے جس میں آپ نے زیر نظر مسئلے پر عالمانہ اور محققانہ بحث کی ہے۔

دوا علاج کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب اور پسندیدہ ہے۔ بلکہ بعض حالات میں یہ واجب بھی ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی ایک روایت سے بحث کرنا ضروری ہے۔ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''مجھے اللہ کے رسولوں اور ان کی امتوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ کسی کے ساتھ اس کا ایک ہی ماننے والا تھا، کسی کے ساتھ دو تھے، کسی کے ساتھ چھوٹی سی جماعت تھی اور کسی کے ساتھ ایک بھی نہیں تھا۔ اسی دوران میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق پر چھائی ہوئی تھی، مجھے خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی۔ لیکن بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ ؑ کی امت ہے۔ پھر میں نے اس سے بڑی ایک جماعت دیکھی جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور اس کے ساتھ ستر ہزار انسان وہ بھی ہوں گے جو جنت میں اس طرح جائیں گے کہ ان کا حساب نہ ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا:

ھم الذین لایتطیرون و لایکتوون ولا یسترقون وعلیٰ ربھم یتوکلون.

''یہ وہ لوگ ہیں جو پرندوں کے ذریعے نہ شگون لیتے ہیں، نہ داغ لگواتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں''۔

یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن ؓ نے دریافت فرمایا کہ کیا میرا بھی شمار ان ہی میں ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تم بھی انھی میں ہو۔ ایک دوسرے شخص نے پوچھا کہ کیا میں بھی ان ہی لوگوں میں ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عکاشہ تم سے اس میں سبقت لے گئے۔'' (بخاری و مسلم)

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تدبیر کے مقابلے میں توکل کا مقام اونچا ہے۔ علاج کرانا جائز تو ہے لیکن جو شخص بیماری میں دوا علاج کی فکر نہ کرے اور خدا پر بھروسا رکھے، اس کا شمار ان ستر ہزار خوش نصیب انسانوں میں ہوگا، جو بغیر کسی حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ لیکن یہ استدلال کئی پہلوؤں سے غلط ہے۔

◉ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ کا اسوہ یہ ہے کہ صحت خراب ہو تو علاج کرایا جائے۔ اس لیے جو شخص علاج کراتا ہے، وہ سنت پر عمل کرتا ہے اور جو نہیں کراتا وہ سنت کو ترک کرتا ہے۔ علاج نہ کرانا کسی فضیلت کا باعث ہوتا تو یقیناً آپ اس سے احتراز فرماتے۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ آپ نے علاج اس لیے کرایا تاکہ امت کو یہ بتایا جائے کہ یہ ایک جائز فعل ہے۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ علاج کرانا شرعاً بہتر ہے اور فضیلت کا باعث ہے۔ لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ اگر قرآن و حدیث میں اشارۃً یا کنایۃً ہی سہی علاج معالجے سے منع کیا گیا ہوتا تو اسے منسوخ کرنے اور جواز کا حکم دینے کی ضرورت پیش آتی۔ جب اس سے منع ہی نہیں کیا گیا تو اس کا جواز از خود ثابت ہے۔ کسی حکم کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر یہ کہ جواز ثابت کرنے کے لیے دو ایک بار کا علاج بھی کافی ہوسکتا ہے۔ حالاں کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے بہ کثرت علاج کرائے ہیں۔ آپ ﷺ کو جو دوائیں یا علاج بتائے جاتے تھے، ان کی وجہ سے حضرت عائشہ ؓ کی طبی معلومات اتنی زیادہ ہوگئی تھیں کہ لوگ تعجب کرتے تھے۔ (ملاحظہ ہو راقم کی کتاب: 'عورت، اسلامی معاشرہ میں'۔)

◉ کسی صحیح حدیث میں صراحت کے ساتھ ترک علاج کی کوئی فضیلت نہیں بیان ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف رسول اللہ ﷺ نے مختلف امراض کی دوائیں اور ان کے علاج بتائے ہیں۔ صحابہ کرام کو علاج کا مشورہ دیا ہے اور انھوں نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ ترک علاج افضل ہوتا تو کم از کم اکابر صحابہ حتی الوسع اس سے اجتناب فرماتے۔

حدیث اور سیرت کی کتابیں بتاتی ہیں کہ حضرات صحابہ نے علاج سے احتراز نہیں بلکہ اسے اختیار کیا اور اس سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے اس عام طریقے یا سنت کے خلاف کوئی واقعہ مل جائے تو اس کے اسباب معلوم کرنے ہوں گے۔ اسی طرح کے ایک واقعے کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔

ابوظبیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان ؓ عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ دریافت کیا: تکلیف کیا ہے؟ جواب دیا گناہوں کی۔ فرمایا کس چیز کی طلب اور خواہش ہے؟ جواب دیا: اللہ کی رحمت کی۔ فرمایا کسی طبیب کو بلاؤں؟ جواب دیا: 'طبیب' ہی نے بیماری دی ہے، وہی اسے ٹھیک کرے گا۔ فرمایا۔ آپ کے لیے بیت المال سے رقم وظیفہ کا حکم جاری کردوں؟ جواب دیا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا: آپ کی بچیوں کے کام آئے گی۔ جواب دیا: کیا آپ کو ڈر ہے کہ میری بچیاں فاقے میں مبتلا ہوجائیں گی؟ میں نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورہ واقعہ پڑھے گا، وہ کبھی فاقے سے دوچار نہ ہوگا۔ (ابن کثیر، تفسیر/سورہ الواقعہ/۴/۱۸۲)

۱۔ اس واقعے میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے طبیب کو بلانے سے منع کیا تو اس سے یہ استدلال کچھ زیادہ قوی نہ ہوگا کہ علاج کا ترک کردینا افضل ہے۔ اس کے کچھ اور اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔

1۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے درمیان بعض وجوہ سے ایک طرح کی شکر رنجی رہی ہے۔ اس وجہ سے امکان ہے کہ انھوں نے اس بات کو پسند نہ کیا ہو کہ حضرت عثمان ؓ ان کے لیے طبیب کا نظم فرمائیں۔ انھوں نے غالباً اسی لیے عطیہ کی پیش کش کو بھی قبول نہیں کیا۔ جبکہ حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں بیت المال سے ان کا وظیفہ جاری تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ ان کے انتقال سے دو سال پہلے حضرت عثمان ؓ نے وظیفہ بند کردیا تھا یا کہ انھوں نے اسے قبول کرنے سے معذرت کرلی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد یہ رقم ان کے ورثا کے حوالے کی گئی۔

(ابن اثیر، اسد الغابہ: ۳/۹۸۳-۰۹۳)

2۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کا یہ واقعہ ان کے مرض الموت کا ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت انھوں نے علاج کی افادیت نہ محسوس کی ہو۔

3۔ اگر علاج کا ترک کرنا افضل ہوتا تو شاید حضرت عثمان ؓ اس کی پیش کش ہی نہ فرماتے اور اگر پیش کش ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ صاف الفاظ میں فرماتے کہ علاج کرنے سے نہ کرنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

4۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ اللہ نے ہر بیماری کا علاج رکھا ہے۔ اس سے علاج کی اہمیت اور افادیت سامنے آتی ہے۔ ان کی کوئی رائے بہ ظاہر اس کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

علاج کو توکل کے منافی سمجھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ توکل یہ نہیں ہے کہ آدمی اسباب و وسائل کو اختیار نہ کرے۔ بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اصل اعتماد اسباب و وسائل پر نہیں بلکہ خدا کی ذات پر ہو۔ وسائل کو اختیار کیے بغیر جو توکل کیا جائے وہ توکل غلط قسم کا توکل ہوگا۔ بیماری میں توکل یہ ہے کہ آدمی دوا علاج کرنے کے باوجود اللہ پر بھروسا رکھے اور مرض اور شفا سب کو اسی کی جانب سے سمجھے۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: صحیح احادیث میں علاج کا حکم ہے، یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جس طرح بھوک پیاس، گرمی اور سردی کو جو چیزیں دور کرتی ہیں ان کے ذریعے ان کو دور کرنا

urdu.indd 12 12/8/10 10:34 AM

خلاف توکل نہیں ہے، اسی طرح علاج بھی توکل کے خلاف نہیں ہے۔ بل کہ صحیح بات یہ ہے کہ توحید کی حقیقت ہی اس وقت مکمل ہوتی ہے جب کہ آدمی ان اسباب کو استعمال کرے، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مسببات کو مقدر کر رکھا ہے۔ اور شرعاً ان کے استعمال کا حکم دیا ہے۔ ان کو چھوڑنے والا اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے توکل کا اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ حالاں کہ اس سے توکل کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور یہ اللہ کے قانون اور حکمت کے بھی خلاف ہے۔ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کو دین و دنیا کے کسی بھی فائدے کو حاصل کرنے اور دونوں جگہ کے کسی بھی نقصان سے بچنے میں اللہ پر اعتماد ہو۔ اس اعتماد کے ساتھ اسباب کا اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ آدمی حکمت و شریعت دونوں کو چھوڑنے والا ہوگا۔ اسے نہ تو اپنے عجز و کوتاہی کو توکل سمجھنا چاہیے، اور نہ توکل کو عجز اور کوتاہی بنا دینا چاہیے۔''

(الطب النبوی ص:105 اور اس سے آگے۔)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ پر وثوق اور اعتماد ہو اور جسے یہ یقین ہو کہ اللہ کا فیصلہ بہر حال نافذ ہو کر رہے گا۔ اس کا رسول اللہ ﷺ کے احکام اور آپ کی سنت کے اتباع میں اسباب و وسائل کو اختیار کرنا توکل کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے جنگ میں ایک نہیں دو زرہیں پہنیں، سر مبارک کی حفاظت کے لیے خود استعمال فرمایا، احد میں گھاٹی کے دہانے پر تیر اندازوں کو بٹھایا، مدینے کے اطراف خندق کھدوائی، حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، صحابہ کو اجازت دی۔ خود بھی ہجرت فرمائی، کھانے پینے کے ساز و سامان رکھے، گھر والوں کے لیے غلّہ جمع کیا اور اس کا انتظار نہیں کیا کہ آسمان سے کوئی چیز نازل ہو حالاں کہ آپ اس کے زیادہ مستحق ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ میں اپنے اونٹ کو باندھوں یا کھلا چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھو اور پھر توکل کرو۔ گویا آپ نے یہ اشارہ کیا کہ احتیاط سے توکل ختم نہیں ہوتا۔'' (فتح الباری ۱۰/۵۶۱۔)

جب دوا علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے تو پھر حضرت عکاشہ بن محصن ؓ کی روایت کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں ممنوع اور ناپسندیدہ طریقوں کو اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ صحیح طریقوں کی احادیث میں نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

◉ اس حدیث میں پہلی بات یہ کہی گئی ہے: **ھم الذین لایتطیرون** یہ وہ لوگ ہیں، جو پرندوں کے ذریعے شگون نہیں لیتے۔ اہل عرب کسی کام کے لیے نکلتے یا کوئی مقصد ان کے سامنے ہوتا تو یہ جاننے کے لیے کہ اس میں وہ کامیاب ہوں گے یا ناکام، پرندوں کے ذریعے شگون لیتے تھے۔ اس کا دائیں جانب اڑنا مبارک سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ان کے نزدیک زیادہ اہمیت نہیں تھی۔ البتہ اس کے بائیں جانب پرواز کرنے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ یہ نحوست کی علامت تھی۔ چناں چہ ''تطیر'' بدفالی ہی کو کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس طرح کے اوہام کو ختم کر دیا۔ البتہ کسی موقع پر کسی کی زبان سے کوئی اچھا کلمہ نکل جائے تو اس سے خوشی محسوس کرنا ایک فطری بات ہے۔ اس سے اسلام منع نہیں کرتا۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرمایا: **لاطیرۃ و خیرھا الفأل قالوا وماالفأل قال الکلمۃالصالحۃ یسمعھا أحدکم.**

''پرندوں کے ذریعے شگون لینا صحیح نہیں ہے اس میں بہتر چیز فال ہے۔ لوگوں نے پوچھا: فال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات جو تم میں سے کوئی شخص سنتا ہے۔''

◉ زیر بحث حدیث میں دوسری بات یہ کہی گئی ہے: **لایکتوون** ''اور وہ داغ نہیں لگواتے''۔ بعض امراض میں لوہا گرم کر کے داغ دیا جاتا تھا۔ عربوں میں یہ احساس تھا کہ اس سے بیماری کا بالکلیہ استیصال ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی احتیاطی طور پر بھی داغ لگوایا جاتا تھا۔ یہ ایک بہت ہی سخت اور تکلیف دہ علاج ہے۔ اس میں بے احتیاطی سے نقصان پہنچنے کا شدید خطرہ رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور علاج اس کی افادیت تو تسلیم کی ہے، لیکن جہاں تک ہو سکے، اس سے بچنے کی تلقین کی ہے اور بلا ضرورت اس علاج کو ناپسند فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **الشفاء فی ثلاث: شربۃ عسل، وشرطۃ محجم، وکیۃ نار، وأنھی أمتی عن الکی.** (بخاری، کتاب الطب باب الطیرۃ۔) ''شفاء تین چیزوں میں ہے شہد کا گھونٹ، پچھنے کا نشان، اور آگ سے داغ لگانا۔ میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔''

حضرت عمران بن حصین ؓ بیان کرتے ہیں۔

نھی النبی عن الکی فاکتوینا فما أفلحنا ولا انجحنا.

''نبی ﷺ نے داغ لگوانے سے منع فرمایا، حرام نہیں قرار دیا، ہم نے داغ لگوایا۔ لیکن ہم نے فلاح نہیں پائی اور کامیاب نہیں ہوئے''۔ (بخاری کتاب الطب باب الشفاء فی ثلاث۔)

ان احادیث میں داغ کے ذریعے علاج کی جو ممانعت ہے وہ حرمت کے لیے نہیں ہے۔ بل کہ اس سے کراہت اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ کرام نے وقت ضرورت اس پر عمل کیا ہے۔ اگر یہ طریقہ علاج ممنوع یا حرام ہوتا تو ظاہر ہے صحابہ کرام اس سے بالکل اجتناب فرماتے۔ لیکن ان احادیث سے بہر حال یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شدید ضرورت کے بغیر داغ لگوانا یا احتیاطی تدبیر کے طور پر اس پر عمل کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اوپر کی حدیث میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے، جو اس ناپسندیدہ علاج سے حتی الوسع پرہیز کرتے ہیں۔

◉ تیسری صفت جس کا حدیث میں ذکر ہے وہ یہ ہے: **ولایسترقون** ''وہ جھاڑ پھونک نہیں کرتے ہیں''۔ اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ دورِ جاہلیت میں جھاڑ پھونک کا رواج تھا۔ اس میں غیر اسلامی اور مشرکانہ تصورات بھی شامل ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا لیکن اگر اس طرح کی خرابی نہ ہو تو اس کی اجازت بھی دی ہے۔

جھاڑ پھونک کو علماء نے تین شرائط کے ساتھ بالاتفاق جائز قرار دیا ہے۔

☆ ایک یہ کہ اللہ کے کلام اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعے جھاڑ پھونک کی جائے۔

☆ دوسری یہ کہ عربی زبان میں ہو، کسی اور زبان میں ہو تو اس کا معنی و مفہوم سمجھ میں آئے تاکہ اس میں کوئی غلط بات شامل ہو تو اسے ترک کر دیا جائے۔

☆ تیسری یہ کہ جھاڑ پھونک کے بارے میں یہ اعتقاد نہ ہو کہ بذات خود اس میں تاثیر ہے، بلکہ یہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الکی۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہ جھاڑ پھونک سے نہیں بل کہ اس میں مشرکانہ کلمات کے استعمال سے منع کیا گیا ہے۔

جہاں تک اس سلسلے میں قرآن و حدیث کی دعاؤں کا تعلق ہے، ان کے جواز بل کہ استحباب میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ پھر ان کے ترک کو افضل کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں جس یقین اور توکل کی تعلیم دی گئی ہے یہ دعائیں تو اسے مضبوط اور اس میں اضافہ کرتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حدیث میں غلط یا ناپسندیدہ طریقوں سے اجتناب کی فضیلت بیان ہوئی ہے تو اس سے ہر مومن بچتا ہی ہے اور اسے فی الواقع بچنا بھی چاہیے۔ پھر ان ستر ہزار کی کیا خاص فضیلت ہے، جب کہ حدیث بتاتی ہے کہ ان کو دوسروں پر امتیاز اور فضیلت حاصل ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بیماری میں خاص طور پر جب کہ وہ طول کھینچ جائے یا پیچیدہ شکل اختیار کر لے تو علاج کے صحیح اور پسندیدہ طریقوں ہی پر قناعت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ صحت اتنی عزیز ہوتی ہے کہ ایسی صورت میں بہت سے نیک اور صالح افراد بھی حرام اور ممنوع دواؤں کے استعمال سے باز نہیں رہتے۔ خدا پر ان کا یقین بھی کمزور پڑنے لگتا ہے اور وہ بڑی آسانی سے جادو منتر، ٹونوں اور ٹوٹکوں اور قبروں اور مزاروں کا سہارا لینے لگتے ہیں۔ اس وقت علاج کے جائز طریقوں ہی پر اکتفا کرنا، غیر اللہ سے استعانت نہ چاہنا اور صرف اللہ پر بھروسا رکھنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ اس کے لیے بڑے ایمان و یقین اور توکل کی ضرورت ہے۔

حدیث سے بظاہر یہ شبہ بھی ہوتا ہے کہ اس طرح کے اصحابِ توکل امت میں صرف ستر ہزار ہوں گے۔ لیکن اس طرح کے اعداد بسا اوقات کثرت کے اظہار کے لیے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان خصوصیات کے افراد کی تعداد بھی اس امت میں چھوٹی موٹی نہ ہوگی بلکہ بہت بڑی ہوگی۔

urdu.indd 13 12/8/10 10:34 AM

تحریر: محمد انور محمد قاسم سلفی (کویت)

وہ علم سے سیر نہیں ہوتے تھے

علم اور اہل علم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو بے شمار ایسے علماء ملتے ہیں جنہوں نے زندگی کی آخری سانس تک علم کی خدمت اور چاکری کی، اس وقت بھی وہ پڑھنے پڑھانے اور کتب بینی میں مصروف تھے جب ملک الموت نے ان کی روح قبض کیا، بلاشبہ اگر ان اولوالعزم ہستیوں کے یہ علمی کارنامے نہ ہوتے تو شاید علم دنیا سے رخصت ہو جاتا، انہوں نے حصول مقصد تک رسائی حاصل کر لی، یا جان جان آفرین کے سپرد کر دی، گویا وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے کہ ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید یا تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

طلب علم میں فوت ہونے والے

1) امام ابن السنی کے صاحبزادے فرماتے ہیں: ایک روز میرے والد (مشہور محدث امام ابن السنیؒ) نے لکھتے لکھتے قلم دوات میں رکھ دیا اور دعا کو ہاتھ اٹھائے، جو ہاتھ دعا کے لیے اٹھے تھے پھر وہ قلم نہ اٹھا سکے اور عین حالتِ دعا میں ہی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

۲) حافظ ابن مندہؒ کا بیان ہے کہ جب ان کے والد دنیا سے رحلت کر رہے تھے تو حافظ ساجی ان کے سامنے غرائب شعبہ کی قراءت میں مصروف تھے، ان کی مقدس روح حدیث کی سماعت کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں پہنچی۔ سچ ہے ؎

سجدے میں پائے خم ہوں، گردن پہ ہو تلوار
یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے اور

2) امام ابوعباس ثعلبؒ کے عربی ادب میں مقام و مرتبے سے کون ناواقف ہے، زندگی کے آخری ایام میں بھی شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ 91 سال کی عمر میں مسجد سے خطبۂ جمعہ دے کر باہر نکلے، مسجد سے مکان جانے لگے تو اس تھوڑے سے وقت میں بھی راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے، کتاب میں محویت اور اس پر ثقل سماعت، پھر آواز کیا سنتے؟ ایک گھوڑا سوار نے دھکا دے دیا، زمین پر گرے، بے ہوش ہو گئے اور اسی حال میں آخرت سدھار گئے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر امام موصوف کا کتابوں سے اس قدر لگاؤ نہ ہوتا تو اقلیم علم کی خسروی اور سلطانی انہیں کہاں نصیب ہوتی، یہی وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے مدرسے کو وطن اور کتابوں کو کفن بنایا ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

فقر وفاقہ کے پروردے

عموماً لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلاف نے علمی دنیا میں جو کارہائے نمایاں انجام دئے وہ اسی لیے تھے کہ حکومتِ وقت کی سرپرستی

حضرت احمد بن حنبلؒ کی جلالت شان سے کون ناواقف ہے؟ آپ کے فقر وفاقہ، بے کسی اور بے بسی کا عالم یہ تھا کہ امام صنعانیؒ سے کسبِ فیض کے لیے اپنے ساتھی اور مشہور محدث حضرت یحیی بن معینؒ کے ساتھ مکہ سے صنعاء کا سفر پیدل طے کیا، زاد راہ کے لیے اہل قافلہ کے سامان کی حمالی کی، امام صنعانیؒ کے دولت کدے پر تین دن کے بعد ملاقات کی اجازت ملی، اس دوران دونوں کے ہاں زاد راہ ختم ہو چکا تھا، نان بائی کی دوکان پر جاتے اور روٹی کی مہک سے مشام روح کو مہکاتے اور واپس چلے آتے، آخر جب ضبط نہ ہو سکا تو دو روٹیوں کے عوض اپنے جوتے نان بائی کے پاس گروی رکھ دیئے۔

انہیں حاصل تھی، بادشاہ وقت کے دربار سے وظیفے جاری تھے، کامل اطمینان اور فارغ البالی میں انہوں نے لائق فخر شاندار علمی خدمات انجام دیں۔ حالانکہ حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے، مشہور مفسرین، محدثین، ائمہ دین اور علماء واطباء میں بہت ہی کم ایسے ہیں جنہیں حکومت وقت کی قدردانی نصیب ہوئی ہو، علماء ومحدثین میں امام احمد بن حنبلؒ سے لے کر امام ابن تیمیہؒ تک اکثر وہ شخصیات ہیں جنہوں نے وقت کے حکمرانوں کے عتاب سہے اور اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ قید خانوں کی تنگ کوٹھڑیوں میں محبوس ہو کر گذارا۔

4) یہ شخصیتیں جن عہدوں سے متعلق تھیں اس میں انہیں اپنے معاش کی تدبیریں خود کرنی پڑتی تھیں، فقر وفاقے کا عالم یہ تھا کہ ابواسحاق الشیرازیؒ (صاحب طبقات شافعیہ) جیسے محدث وفقیہ زندگی میں حج بھی نہیں کر سکے، حالانکہ ان کی زندگی میں ہی ان کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا، تلامذہ کی کثرت کا عالم یہ تھا کہ اگر حج کی خواہش کا ادنی سا بھی اظہار فرماتے تو ان کے شاگرد انہیں اپنی گردنوں پر سوار کر کے حج کراتے۔ جب کہ آپ کے شاگردوں میں خلافت بنو عباسیہ کے وزیر اعظم اور مدار المہام نظام الملک طوسی جیسے ارباب حکومت اور علماء نواز رؤساء موجود تھے، لیکن خودداری کا عالم یہ تھا کہ کبھی کسی سے حج کی خواہش کا اظہار تک نہیں کیا۔

5) امام ابن طاہر المقدسیؒ کے متعلق آتا ہے کہ بھوک سے نڈھال ہو کر نان بائی کی دوکان پر چلے جاتے اور روٹی کی خوشبو سے دل کو تسلی دے کر آجاتے، اس فاقہ مستی میں انہیں کہیں سے ایک درہم مل گیا، اب وہ اس شش وپنج میں پڑ گئے کہ اس سے کاغذ اور دوات خریدوں یا روٹی؟ اور جو لباس انہیں اس وقت میسر تھا اس میں کہیں جیب کا نام ونشان نہیں تھا، آخر غور کرتے کرتے اس درہم کو منہ میں محفوظ کر لیا، مطالعہ میں اس قدر مستغرق ہو گئے کہ وہ درہم نگل لیا۔ اس صورت حال پر غور کرتے کرتے یکا یک انہیں ہنسی آگئی، ان کے ایک خوش حال دوست نے ان کی اس صورت حال پر غور کیا کہ اس شخص کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا ہے اور بے سبب ہنس رہا ہے، اس نے شیخ سے ہنسی کا سبب دریافت کیا لیکن شیخ نے اسے حسب عادت ٹال دیا، اس نے تنگ آکر کہا: ''اگر آپ نے نہیں بتلایا تو میری بیوی پر طلاق ہے''۔ آخر شیخ نے مجبور ہو کر اپنے فقر وفاقے کی داستان سنائی تو اس شخص کے آنکھوں میں آنسو آگئے، اس نے گوشت اور روٹی سے شیخ کی تواضع کی۔ خود فرماتے ہیں: ''جو گوشت اس وقت کھایا اسکی لذت تادم زیست نہیں بھول سکا''۔

6) امام اہل سنت حضرت احمد بن حنبلؒ کی جلالت شان سے کون ناواقف ہے؟ آپ کے فقر وفاقہ، بے کسی اور بے بسی کا عالم یہ تھا کہ امام صنعانیؒ سے کسبِ فیض کے لیے اپنے ساتھی اور مشہور محدث حضرت یحیی بن معینؒ کے ساتھ مکہ سے صنعاء کا سفر پیدل طے کیا، زاد راہ کے لیے اہل قافلہ کے سامان کی حمالی کی، امام صنعانی کے دولت کدے پر تین دن کے بعد ملاقات کی اجازت ملی، اس دوران دونوں کے ہاں زاد راہ ختم ہو چکا تھا، نان بائی کی دوکان پر جاتے اور روٹی کی مہک سے مشام روح کو مہکاتے اور واپس چلے آتے، آخر جب ضبط نہ ہو سکا تو دو روٹیوں کے عوض اپنے جوتے نان بائی کے پاس گروی رکھ دیئے۔ (العلم والعلماء، اخبار العلماء، تذکرۃ المحدثین)

urdu.indd 14 12/8/10 10:35 AM

حالت پریشانی میں علمی کمالات

7) طلب صادق میں یہ کرامت ہے کہ وہ پریشانی کو بھی جمعیت خاطر کے قالب میں لے آتی ہے۔ ابوتمّام طائی خراسان کے دربار کو جارہا تھا، ہمدان میں موسم سرد مہری سے پیش آیا ، برف سے سارے راستے ڈھک گئے ۔ اس پریشان خیالی میں بھی ابوتمام طائی نے اپنے لیے علمی مشاغل ڈھونڈ لیے، جس رئیس کا وہ مہمان تھا اس کے کتب خانے میں بکثرت دواوین عرب موجود تھے، ابوتمام طائی نے اس موقع کو غنیمت جانا، سب دیوان پڑھ ڈالے اور ان میں سے اشعار منتخب کرکے عربی نظم کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کرلیا، جو ساری دنیا میں ''دیوان حماسہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

8) علم طب کا باوا آدم شیخ الرئیس ابوعلی سینا ء سے حاکم وقت برہم تھا، اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بوعلی سینا، نوح بن منصور کا کاتب تھا جو سمرقند کا حاکم تھا، نوح بن ساسان جو حاکم بخارا تھا ہر روز حاکم سمرقند کو جنگ کی دھمکیاں دے رہا تھا، آخر تنگ آکر اس نے اپنے کاتب بوعلی سینا کو ان دھمکیوں کا جواب لکھنے کا حکم دیا، ابن سینا نہ صرف فن طب کا ماہر تھا بلکہ انشاء وادب کا بھی یگانۂ روزگار تھا، اس نے جواب میں لمبا چوڑا خط لکھنے کے بجائے صرف قرآن مجید کی یہ آیت لکھ بھیجی: ﴿ قَالُوْا يَا نُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ﴾ ترجمہ ''اے نوح! تم ہم سے جھگڑتے رہے ہو، اور بہت زیادہ جھگڑتے رہے ہو، تو اگر تم سچے ہو تو جس عذاب کا ہم سے وعدہ کرتے رہے ہو، اب اسے لے آؤ''۔ (ھود:32)

اس خط کے پہنچتے ہی نوح بن ساسان سیخ پا ہوگیا اور سمرقند پر یلغار کا حکم دیا، نوح بن منصور کی افواج پہلی فرصت میں ہی شکست سے دوچار ہوگئی اور وہ گرفتار ہوگیا، فاتح بادشاہ نے اس خط کے لکھنے والے کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، اب بوعلی سینا کی شامت آگئی تھی، وہ بیچارہ وہاں سے بھاگا اور جان کے خوف سے اس نے اپنے آپ کو روپوش کررکھا ،اس تباہ حالی میں بھی اسے کچھ دنوں کے لیے ایک عطار (دوافروش) کے گھر میں پناہ مل گئی۔ اس کے ساتھ ہی شیخ کو اپنے علمی مشاغل یاد آگئے، اس نے قلم ودوات اور لکھنے کا سامان منگوایا، اور اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''الشفاء'' کی تکمیل میں جٹ گیا ، جو اس دنیا میں علوم طب کا مرجع ہے، اور جو دنیا میں ''القانون فی الطب'' کے نام سے معروف ہے۔ اس کی تکمیل کے ساتھ ہی اس نے کتاب الحیوان اور کتاب النباتات لکھنا شروع کیا ، جب اس سے فراغت پائی تو فن منطق لکھنے لگا، ابھی فرصت ہی نہیں پایا تھا کہ کسی نے مخبری کردی اور اسے اس عطار کے گھر سے پکڑ کر قلعۂ فروجان میں قید کردیا گیا۔ اگرچہ کہ شیخ کا جسم یقیناً محبوس تھا لیکن اس کا دل ودماغ حاکموں کی گرفت سے آزاد اور علم کی لامحدود آفاقوں میں گم تھا۔ پھر کیا تھا' اس نے اسی قید خانے میں

> **آپ نے حدیث اور علم حدیث لکھنے کے لیے جو قلم استعمال کئے، ان تراشے ہوئے قلموں کا برادہ الگ سے ایک مقام پر جمع کرتے رہے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بچوں کو اس بات کی وصیت فرمائی کہ اسی تراشے کے گرم کئے ہوئے پانی سے ان کی میت کو غسل دیا جائے، چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا، لیکن وہ تراشہ اس قدر زیادہ تھا کہ غسل کے بعد بھی کافی مقدار بچا رہا۔**

''کتاب الہدایت'' اور رسالہ ''حی بن یقظان'' تالیف کی، قید کی تنہائی میں اپنے علم کو رفیق بنالیا اور جیل کی تاریک کوٹھڑی میں علم کے دیئے جلا کر اسے بقعۂ نور بنادیا۔

9) امام جمال الدین ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اسلام کے نامور محدثین، مفسرین، واعظین اور مؤلفین میں ہوتا ہے، آپ نے کم وبیش چار سو کتابیں تالیف فرمائیں، کوئی ایسا فن نہیں چھوڑا جس میں طبع آزمائی نہ کی ہو، بلکہ ہر فن کے امام تسلیم کئے گئے، آپ نے حدیث اور علم حدیث لکھنے کے لیے جو قلم استعمال کئے، ان تراشے ہوئے قلموں کا برادہ الگ سے ایک مقام پر جمع کرتے رہے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بچوں کو اس بات کی وصیت فرمائی کہ اسی تراشے کے گرم کئے ہوئے پانی سے ان کی میت کو غسل دیا جائے، چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا، لیکن وہ تراشہ اس قدر زیادہ تھا کہ غسل کے بعد بھی کافی مقدار بچا رہا۔

قید خانے میں علمی فیوض وبرکات

10) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفسیر وحدیث، عقائد وفقہ، فرق باطلہ کی تردید، احقاق حق اور ابطال باطل، دعوت واصلاح اور حرکت وجہاد کے ہر میدان میں تجدیدی کارناموں سے کس کو انکار ہے؟ شیخ موصوف نے ساتویں صدی ہجری میں آنکھیں کھولیں، اس وقت تاتاری ایک عذاب بن کر مسلم ممالک پر چھائے ہوئے تھے، جدھر کا رخ کرتے بکریوں کی طرح مسلمانوں کو ذبح کرتے، ایسے عالم میں شیخ موصوف کی ذات اللہ کی نصرت بن کر اٹھی اور آپ نے امت کو شجاعت کا بھولا ہوا سبق پڑھا کر تاتاریوں کے مدمقابل لا کھڑا کیا اور متعدد معرکوں میں انہیں ایسی شکست فاش دی کہ وہ بلاد اسلامیہ کو چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔ فتح ونصرت کے ان تمام کارناموں کے باوجود حکام وقت کی جانب سے آپ کو قید وتعذیب کے تحفے ملے، زندگی کا ایک بڑا عرصہ دمشق کے قید خانے میں گذارا، جب قید کئے گئے تو تصنیف اور تالیف میں مشغول ہوگئے، جب لکھنے پڑھنے کا سامان ختم ہوگیا تو قید خانے کے ساتھیوں پر نظر ڈالی، ان کی اصلاح پر توجہ مبذول کی تو عالم یہ ہوگیا کہ کل تک جو رہزن تھے آج وہ رہرو ہی نہیں بلکہ بہترین رہبر بن گئے، کل تک جن کی زندگیاں فسق وفجور میں ڈوبی ہوئی تھیں وہ صداقت اور پاکیزگی کے اس بلند اور مقدس مقام پر پہنچ گئے کہ خود صداقت وپاکیزگی کو ان سے انتساب کا شرف حاصل ہوگیا، بڑی سے بڑی علمی درسگاہوں اور روحانی خانقاہوں کو بھی علم وعمل، تزکیہ وتربیت، حرکت وجہاد، کتاب وسنت پر عمل کی وہ برکات حاصل نہیں ہوسکیں جو اس امام وقت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی وجہ سے دمشق کی کال کوٹھڑیوں کو میسر آگئیں۔ بقول فیض احمد فیض ؎

متاع لوح وقلم چھن گئی تو کیا غم ہے ؟
کہ خون دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے ، کیا کہ رکھ دی ہے
ہر اک حلقۂ زنجیر پہ زباں میں نے

داروغۂ زندان کو حکام وقت کا حکم ملا کہ شیخ کو دیگر قیدیوں سے جدا کرکے تنہائی میں ڈال دیا جائے، حکم کی تعمیل کی گئی، اب شیخ کے پاس سوائے اس کے کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا کہ ہر وقت کتاب اللہ کی تلاوت سے اپنی مبارک زبان کو تر رکھا جائے، چنانچہ قرآن حکیم کی تلاوت سے سکون قلب کا سامان بہم پہنچانے لگے، پتہ نہیں کتنی مرتبہ قرآن مجید کے دور کئے، جس وقت ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کررہی تھی تو زبان مبارک پر ان آیات کی تلاوت جاری تھی:

﴿ إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ☆ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ ترجمہ: ''بے شک پرہیزگار لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے، صدق وصفا کی مجلس میں، قدرت والے بادشاہ کے پاس''۔ (قمر:55-54)

بھلا جس مقدس ہستی کے مبارک لبوں پر جان کنی کے وقت یہ آیات ہوں پھر اس کا ٹھکانہ قدرت والے بادشاہ کے پاس جنت الفردوس میں صدق وصفا کی مجلس میں نہ ہو تو پھر کہاں ہوگا۔

یہی وہ یگانۂ روزگار ہیں جن کی تعریف کرتے کرتے امام ذہبی جیسے محدث تھک گئے اور فرمانے لگے: ''اللہ کی قسم اگر میں کعبۃ اللہ میں مقام ابراہیم کو اپنے داہنے جانب اور حجر اسود کو اپنے بائیں جانب رکھتے ہوئے یہ قسم کھاؤں کہ میں نے ان جیسی عبقری شخصیت نہیں دیکھی اور نہ ہی انہوں نے اپنا مثل اور ہمتا کسی کو پایا ہے، مجھے یقین ہے کہ میری قسم نہیں ٹوٹے گی''۔

(استفادہ از تذکرہ مولانا آزادؒ)

urdu.indd 15 12/8/10 10:35 AM

رابعہ انجم مطیع الرحمٰن تیمی

غیرت : کل اور آج

غیرت وحمیت انسانی فطرت کی آواز ہے ، اہل جاہلیت ہرطرح کی برائیوں میں لت پت رہنے کے باوجود غیرت مند تھے، وہ اپنے مال سے زیادہ اپنی عزت کی حفاظت پر زور دیتے تھے، ان کا اصول تھا ۔ **لا بارک اللہ بعد العرض فی المال** ''عزت وآبرو کے لٹنے کے بعد اللہ مال ودولت میں برکت نہ دے''۔یعنی عزت ہی نہ رہی تو مال ودولت کا کیا فائدہ۔

اسلام نے غیرت کو مزید جلا بخشا۔فطری خواہش کی تکمیل کے لیے شادی کے پاکیزہ رشتہ کو رواج دیا، اور مرد وعورت دونوں کا اپنا اپنا دائرہ کار متعین کیا تاکہ کسی طرح عزت وآبرو پر آنچ نہ آنے پائے، اسلام کی پوری تاریخ غیرت وحمیت کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔قرن اول کو چھوڑیئے، آیئے تیسری صدی ہجری میں داخل ہوتے ہیں:

علامہ ابن جوزیؒ **المنتظم** میں لکھتے ہیں:

سن ۲۸۶ ھ کی بات ہے، قاضی موسیٰ بن اسحاق مقام ری میں جج کے عہدے پر فائز تھے۔انکی عدالت میں ایک مسلم خاتون آئی اور مقدمہ دائر کیا کہ میرے شوہر نے میرے مہر کی رقم ہڑپ کر رکھا ہے جس کی مقدار پانچ سو دینار ہے، لیکن شوہر عدالت میں جا کر جج کے سامنے صراحت سے انکار کر گیا کہ اس کی بیوی کا کوئی حق اس کے اوپر ہے، قاضی نے شوہر سے اپنے دعوی کی صداقت پر گواہ پیش کرنے کو کہا: شوہر نے عدالت میں گواہ پیش کر دیئے۔جج نے کہا: گواہی دینے سے پہلے ضروری ہے کہ گواہ تمہاری بیوی کا چہرہ دیکھ لے تاکہ پہچان میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہ رہے۔شوہر نے جب جج کا فیصلہ سنا تو اس کی غیرت جاگ اٹھی، اس نے بھری عدالت میں کہا: یہ ہو نہیں سکتا کہ میری بیوی کا چہرہ کوئی غیر محرم عورت دیکھے اور ہاں میں جج کے سامنے اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میری بیوی اپنے دعوی میں برحق ہے اور واقعی میں نے اس کے مہر کی رقم ہڑپ کر رکھی ہے۔

جب بیوی نے اپنے شوہر کی غیرت کا یہ حال دیکھا تو اس نے بھی جج کے سامنے اعلان کر دیا کہ میں اپنے مہر کی رقم اپنے شوہر کو ہبہ کرتی ہوں اور میں نے دنیا وآخرت میں انہیں اس سے بری کر دیا۔جج نے یہ سن کر کہا: ''یہ بات مکارم اخلاق میں لکھے جانے کے قابل ہے''۔

یہ غیرت محض اپنی بیوی بچیوں تک محدود نہ تھی، بلکہ ساری مسلم ماؤں اور بہنوں کو شامل تھی، آیئے ذرا جگر تھام کر یہ واقعہ بھی پڑھ لیجئے۔

خلیفہ معتصم کے زمانے میں عراق کے شہر عموریہ کی ایک مسلمان عورت کو ایک رومی فوجی نے برہنہ کر دیا۔خاتون انتہائی غیرت



کے عالم میں یہ کہتے ہوئے زوردار آواز لگائی **وامعتصماہ** ''اے معتصم! میری عزت وآبرو کو بچالو''۔عورت کی دردانگیز آواز کو ایک مسلمان نے سنا تو اس نے عراق پہنچ کر معتصم کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔یہ سنتے ہی خلیفہ معتصم کی غیرت جاگ اٹھی اور وہ اپنی کرسی سے یہ تاریخی جملہ کہتے ہوئے اٹھا : **واللہ لایمس شعری غسلا من جنابۃ حتی آخذ الحق لتلک المرأۃ من ذلک الکافر**

''قسم اللہ کی جنابت کی وجہ سے میرے بال کو اس وقت تک پانی نہیں چھو سکتا جب تک کہ اس کافر سے مسلمان عورت کا حق نہ دلا دوں''۔خلیفہ معتصم نے فوراً لشکر کشی کی اور عموریہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اور اس رومی مجرم کو گرفتار کر کے عورت کے قدموں میں ڈال دیا کہ اس کے حق میں جو چاہے فیصلہ دے۔

یہ دونوں واقعات گو کہ غیرت سے متعلق ہیں تاہم دو الگ الگ میدان رکھتے ہیں، ایک کا تعلق خانگی زندگی سے ہے تو دوسرے کا تعلق سربراہان مملکت سے، افسوس کہ آج دونوں جگہ غیرت کا فقدان پایا جاتا ہے۔عالمی سطح پر دیکھئے تو مسلم ماؤں اور بہنوں کی عزتوں سے کھلواڑ کیا جارہا ہے لیکن عالم اسلام کے حکمراں خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، مسلم معاشرے میں جھانک کر دیکھئے تو مغرب کی اندھی تقلید نے غیرت وحمیت کا جنازہ نکال رکھا ہے، فقدانِ غیرت کی وجہ سے آج مسلم معاشرے اور غیر مسلم معاشرے میں تمیز مشکل ہو چکی ہے۔ذیل کے سطور میں مسلم معاشرے میں فقدان غیرت کی چند جھلکیاں پیش کی جارہی ہیں:

☆ آج فقدان غیرت کا نتیجہ ہے کہ ہمارے سماج میں قریبی رشتے داروں سے بے احتیاطی پائی جاتی ہے، مشترکہ طرز رہائش نے تو اس مسئلے کو اور نازک بنا دیا ہے ، ایک گھر میں دو تین بھائیوں کے رہنے کی وجہ سے پردے کا اہتمام بالکل نہیں ہوتا، دیور یعنی شوہر کا بھائی جسے اللہ کے رسول ﷺ نے عورت کے حق میں موت بتایا ہے اس سے پردہ کرنا تو دقیانوسیت خیال کیا جاتا ہے۔حالانکہ بخاری ومسلم کی حدیث ہے ایک موقع سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا **ایاکم والدخول علی النساء** ''تم تنہائی میں عورتوں کے پاس جانے سے بچو''۔

یہ ارشاد سن کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول: عورت کے پاس جانے سے متعلق دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟'' آپ نے فرمایا: **الحمو الموت** ''دیور تو عورت کے حق میں موت ہے''۔

☆ ہمارے معاشرے میں فقدان غیرت کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ سالیاں بہنوئی سے پردہ نہیں کرتیں، بہنوئی سالی سے ہنسی مذاق اپنا حق سمجھتا ہے اسی طرح سالیاں بہنوئی سے بے تکلف بات چیت اور ہنسی مذاق اپنا حق سمجھتی ہیں، حالانکہ شریعت نے ہمیں اس کی قطعاً اجازت نہیں دی۔

☆ ہمارے معاشرے میں دوستوں یا تعلقاتی لوگوں کو اپنے گھروں میں آنے جانے کی کھلی آزادی دے دینا بھی فقدان غیرت کی ایک واضح مثال ہے۔دوستی اچھی چیز ہے، لیکن گھر سے باہر، اجنبی مرد چاہے دوست ہو یا کوئی اور، اس کا بے تکلف گھر میں آنا جانا فتنے سے خالی نہیں۔الا یہ کہ پردے کا اہتمام کیا جائے۔

معاشرے سے غیرت کے فقدان میں سب سے نمایاں کردار الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے انجام دیا ہے۔ریڈیو، ٹیلیویژن، ڈش اور انٹرنیٹ نے امت مسلمہ کی نئی نسل کو بہت آسانی سے ذہنی عیاشی کا شکار بنا دیا ہے ۔ ڈش اور انٹرنٹ نے فحش پروگراموں کو نشر کر کے نئی نسلوں کو جنسی ہوس کی آگ میں جھونک دیا ہے ۔فحش لٹریچر، گندے ناول، مخرب اخلاق مجلّات او رعریاں تصویروں سے مزین روزنامے ہفت روزے اور ماہنامے معاشرے میں فحاشی پھیلانے میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے ایمان کی کمزوری، قرآن وسنت کی تعلیمات سے دوری، نئی نسل کی دینی تربیت سے بے توجہی اور سب سے پہلے فکری جنگ کی کامیابی ۔ یہ بات نوٹ کر لیں کہ جب یہودیوں کو صلیبی جنگوں میں منہ کی کھانا پڑی، تو انہوں نے سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت عسکری جنگ کی بجائے فکری جنگ شروع کی، چونکہ اسلام اور مسلمانوں سے اُن کا بغض وحسد روز اول سے ہے اس لیے انکی نظر عنایت مسلم ممالک پر کچھ زیادہ ہی رہی۔انہوں نے ہماری غفلت سے فائدہ اٹھایا اور ہماری نئی نسل کو اخلاقی بحران میں مبتلا کرنے میں بہت حد تک کامیابی حاصل کر لی۔

urdu.indd 16 12/8/10 10:35 AM

آصف ریاض (دہلی)
asif343@gmail.com

کہیں ہم ناکام نہ ہوجائیں!

ایک عرصہ سے میں یہ سوچتا رہا ہوں کہ آخر یہ کیوں کر ممکن ہوا کہ انسان ہواؤں میں اڑنے لگا؟ وہ پانیوں میں سرگرم ہوگیا؟ وہ دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھے شخص سے معاملات کرنے لگا؟ وہ پلک جھپکتے ہی ایک چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے لگا؟

ان سوالات کا جواب پانے کے لیے میں نے اللہ کے تخلیقی منصوبہ پر غور کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ بہت غور وخوض کے بعد مجھے اپنے سوالوں کا جواب مل گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے جب اس زمین کی تخلیق کی تو اپنے ابتدائی دور میں یہ زمین وہ نہیں تھی جس پر آج ہم اور آپ چلتے پھرتے ہیں۔ سائنسدانوں کے مطابق اپنے ابتدائی دور میں یہ زمین آگ کا گولہ تھی۔ اگر اس پر انسان کو بسایا جاتا تو انسان جل بھن کر راکھ ہوجاتا۔ اللہ نے یہاں انسانوں کو بسانے کے لیے ایک پروسس چلایا۔ آسمان سے پانی برسایا گیا اور سمندر بہائے گئے۔ ماحولیات کو متوازن رکھنے کے لیے درخت اگائے گئے۔ رفتہ رفتہ زمین سرد ہوگئی یہاں تک کہ انسان کو اس پر بسانا ممکن ہوا۔ لیکن یہ کام اچانک نہیں ہوا بلکہ اس کے لیے بھی ایک پروسس چلایا گیا۔ زمین چونکہ ابتدائی دور میں گرم تھی اس لیے پہلے اس پر جنوں کو بسایا گیا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ جنوں کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے چنانچہ اس وقت زمین پر بسانے کے لیے وہ ایک فیٹسٹ (Fittest) مخلوق تھی! وہ انسانوں کی بہ نسبت ہیٹ کو زیادہ برداشت کرسکتی تھی چناں چہ اللہ نے اس زمین پر انسانوں سے پہلے جنوں کو بسایا۔

جنوں کو بلاسبب اس زمین پر نہیں بسایا گیا تھا۔ اللہ کسی چیز کی تخلیق بلاسبب نہیں کرتا! اس کے ہر کام میں اعلیٰ تفکر پایا جاتا ہے۔ اس کا کوئی کام بے مقصد نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ ''ہم نے دنیا کو کھیل تماشا کے طور پر نہیں بنایا۔ اگر ہمیں یہی کرنا ہوتا تو ہم اسے اپنے پاس ہی کر لیتے''۔ اور یہ کہ ''تم آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر دیکھو، تمہیں اس میں کوئی خلل نظر نہیں آئے گا، سو تم ایک بار پھر نگاہ اٹھا کر دیکھو تمہاری نگاہ تھک ہار کر تمہاری ہی طرف لوٹ آئے گی اور تم خدا کی تخلیق میں کوئی خلل نہیں ڈھونڈ پاؤ گے'' (سورہ ملک)

اللہ نے جنوں کو ایک عظیم منصوبہ کے تحت اس زمین پر بسایا تھا، لیکن جیسا کہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اللہ تعالیٰ کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہے! وہ اللہ تعالیٰ کے منصوبہ کو امپلی مینٹ نہ کرسکے، انھوں نے کھانے پینے اور کھیل تماشے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ انھوں نے شکر کے بجائے کفر کی روش اختیار کی۔ انھوں نے معرفت الٰہی کو پانے کے بجائے دنیا کو اپنی سرگرمی کا مرکز بنایا۔ چنانچہ ان پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ وہ زمین پر Rejected lot بن کر رہ گئے۔ انھیں مسترد کردیا گیا۔ وہ امتحان میں ناکام ہوئے چنانچہ انھیں ڈرائیونگ سیٹ سے ہٹادیا گیا۔



اللہ نے انھیں بڑی طاقت سے نوازا تھا۔ انھیں پنکھ نہیں دیا گیا تھا لیکن وہ آسمان پر اڑتے تھے۔ مچھلیوں کی طرح ان کی بناوٹ نہیں تھی لیکن وہ سمندر میں دوڑتے پھرتے تھے۔ وہ اتنے طاقتور تھے کہ ایک چیز کو پل بھر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے تھے۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا (جس میں جن اور انسان دونوں تھے) کون ہے جو ملکہ کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا تخت اٹھا کر لے آئے؟ تو ایک جن نے کہا کہ ''میں دربار ختم ہونے سے پہلے پہلے اس کا تخت اٹھالاؤں گا''۔ جن کے اس بیان سے ان کی قوت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سینکڑوں میل کے فاصلہ پر رکھے ایک تخت کو وہ پل بھر میں لانے کی بات کررہے ہیں۔ مزید وضاحت کے لیے دیکھئے (سورہ نمل)۔

اللہ نے انھیں عظیم ذمہ داری دی تھی اور اس کے ساتھ ہی انھیں اختیارات بھی دئے تھے کہ بغیر قوت اور اختیارات کے ذمہ داری کو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جن اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرسکے اور مغضوب ہوئے۔

اب ان کی سیٹ پر انسان کو بٹھایا گیا تاکہ جس خدائی منصوبہ کو امپلی مینٹ کرنے میں جن ناکام رہے تھے، انسان اسے کامیابی کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ چنانچہ ضروری تھا کہ انھیں بھی وہ اختیارات دئے جاتے جو جنوں کو دئے گئے تھے۔ انسان جنوں کی طرح پانی میں دوڑ بھاگ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ ان کی طرح آسمان میں نہیں اڑسکتا تھا۔ وہ ان کی طرح دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھے شخص سے معاملات نہیں کرسکتا تھا۔ وہ پلک جھپکتے ہی ایک چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ اللہ نے اسے لوہے کا علم سکھایا تاکہ وہ اس سے جہاز بنائے اور پانی میں دوڑے۔ اللہ نے اسے پٹرولیم، گیس اور توانائی کا استعمال بتایا تاکہ وہ آسمان میں پرندوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ سرعت سے اڑے۔ انھیں کمیونی کیشن کے ایج میں پہنچایا تاکہ وہ دنیا کے ایک کونے میں بیٹھ کر دنیا کے دوسرے کونے میں بیٹھے شخص سے معاملات کرے اور ایک سامان کو پلک جھپکتے ہی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچادے! مثلاً کل مجھے اچانک ایک ایسے ڈاکومنٹ کی ضرورت پڑگئی جو بہار کی راجدھانی پٹنہ میں تھا اور میں دلی میں بیٹھا تھا۔ مجھے گھبراہٹ ہوئی۔ میں نے فوراً اپنے ایک دوست کو فون کیا۔ اس نے کہا: گھبراؤ مت تم اپنے کمپیوٹر پر بیٹھے رہو میں پلک جھپکتے ہی اسے بھیج رہا ہوں اور اس نے واقعی ایسا ہی کیا۔ مجھے اس واقعہ پر اس علم والے کی بات یاد آگئی جس نے سلیمان کے دربار میں جنوں کے مقابلہ میں کہا تھا کہ میں پلک جھپکتے ہی اسے لادوں گا اور اس نے واقعی ایسا ہی کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں (سورہ نمل)۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں کو ہٹا کر انسان کو پورے اختیارات کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر بٹھا دیا ہے۔ اب انسان جنوں کی طرح ہی حالت امتحان میں ہے۔ اگر انسان خدائی منصوبہ کو امپلی منٹ کرنے میں ناکام رہا۔ اگر اس نے شکر کے بجائے کفر کی روش اختیار کی تو اسے بھی مسترد کردیا جائے گا اور اسے جہنم کی اس آگ میں ڈال دیا جائے گا جو بہت سیاہ اور کالی ہے، جہاں آدمی کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہ آئے گا۔

urdu.indd 17 12/8/10 10:35 AM

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز السدیس حفظہ اللہ

فضیلة الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس حفظه الله امام حرم مکی کی زندگی پر ایک طائرانه نظر



فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز السدیس حفظہ اللہ عالم اسلام کی ایک ہمہ گیر شخصیت، داعی، مصلح اور محقق ہیں، آپ کی پرسوز تلاوت پاک سے دنیا بھر میں قرآن کریم کو سیکھنے، سمجھنے اور عمل پیرا ہونے کا بے پناہ شوق پیدا ہوا۔ نتیجتاً ایشیا اور افریقہ سمیت متعدد عرب ممالک میں حفظِ قرآن حکیم کے بے شمار طلباء نے آپ کی پرسوز آواز کو سن کر مکمل قرآن حفظ کیا، اسی طرح آپ کے فکر آموز اور محققانہ خطبات عالمِ اسلام کی رہنمائی میں مؤثر ثابت ہوئے۔

شیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز سدیس کا تعلق سعودی عرب کے علاقے قصیم کے مشہور قبیلے عنیزہ سے ہے۔ آپ کی پیدائش 1382 ہجری میں ریاض میں ہوئی، بارہ برس کی عمر میں شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ آل فریان کی سرپرستی میں حفظ قرآن کریم مکمل کیا اور شیخ محمد عبدالماجد ذاکر کے پاس قرآن کریم کا دورہ کیا، آپ کو ان اساتذہ کے علاوہ متعدد شیوخ کے پاس قرآن کریم سنانے کا شرف حاصل ہے۔

آپ کا بچپن ریاض میں گذرا، ابتدائی تعلیم مدرسہ مثنی بن حارثہ سے حاصل کی، اس کے بعد معہد الریاض العلمی میں اگلا تعلیمی مرحلہ مکمل کیا جہاں آپ نے شیخ عبداللہ المنیف، شیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن التویجری وغیرہ مشہور مشائخ سے تعلیم حاصل کی۔

1399ھ میں ریاض کے المعهد العلمی میں امتیازی درجات سے کامیاب ہوئے اور اس کے بعد آپ نے ریاض شریعہ کالج میں تعلیم حاصل کی اور یہاں سے 1403ھ میں فراغت حاصل کی۔

شریعہ کالج میں مشہور شیوخ سے استفادہ کیا جن میں شیخ صالح العلی، شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ، مفتی عام شیخ صالح بن عبدالرحمٰن، شیخ فہد الحمین، شیخ ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان وغیرہ شامل ہیں۔

شریعہ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ متعدد شیوخ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کیا، فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز ابن بازؒ، فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرزاق عفیفیؒ، فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر صالح الفوزان، شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر البراک اور شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ الراجحی رحمہم اللہ سے براہ راست علوم حدیث وقرآن کی تعلیم حاصل کی۔

میدان عمل میں

تعلمی سلسلہ ختم ہونے کے بعد عملی زندگی میں آپ نے سب سے پہلے تدریس شروع کی، انہیں فراغت کے بعد شریعہ کالج میں ہی معاون مدرس کی حیثیت سے مقرر کر دیا گیا۔

اس کے بعد آپ نے ریاض سیٹی کی متعدد مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دیئے، حرم مکی میں امامت کے منصب پر فائز ہونے سے قبل آپ جامع فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرزاق میں امام وخطیب تھے۔

شریعہ کالج میں معاون مدرس کے ساتھ ساتھ آپ نے معهد امام الدعوه العلمی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

ان تمام عملی مراحل کے بعد سن 1404 میں آپ کی زندگی کے عظیم دور کا آغاز ہوا جب آپ کے نام حرم مکی میں امام وخطیب کے انتخاب کا شاہی فرمان جاری ہوا، اور اسی برس ماہ شعبان کی کسی تاریخ کو نماز عصر سے آپ نے امامت شروع کی اور اسی برس ماہ رمضان سے حرم مکی کے منبر سے آپ نے پہلی دفعہ خطبہ دیا۔

سن 1408 ہجری میں امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی سے اصول فقہ میں امتیازی درجے سے ماسٹرس کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے مقالے کا عنوان تھا "شرعی دلائل سے متعلق اصولی مسائل میں ابن قدامہ اور امام غزالی کا اختلاف" فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرزاق عفیفیؒ کی طبیعت ناساز ہونے کے بعد فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرحمٰن الدرویش نے آپ کے مقالے کا اشراف کیا۔

اصول فقہ میں ماسٹرس کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد آپ ام القری یونیورسٹی مکہ مکرمہ کے شریعہ کالج کے شعبۂ قضا میں لیکچرار بنے۔ اسی اثناء سن 1416ھ میں آپ نے ام القری یونیورسٹی سے استاد احمد فہمی ابوسنہ کی نگرانی میں اصول فقہ کے عنوان کے تحت ڈاکٹریٹ مکمل کی۔

دعوتی سرگرمیاں:

شیخ سدیس حرم مکی میں امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کے بھی فرائض انجام دیتے ہیں، اس سلسلے میں سن 1416ھ میں ایک شاہی فرمان جاری ہوا جس کی رو سے شیخ سدیس کو حرم مکی میں مغرب کی نماز کے بعد عقیدہ، فقہ، تفسیر اور حدیث کے دروس دینے اور ایام حج میں فتاوی دینے کی اجازت دی گئی۔

شیخ نے اندرون اور بیرون ملک کئی مقامات کے لیے دعوتی اسفار کیے۔ جن میں عرب اور غیر عرب ممالک شامل ہیں، اسی طرح آپ نے دنیا بھر میں مختلف سیمیناروں، کانفرنسوں، مساجد اور اسلامی مراکز کی افتتاحی تقاریب میں شرکت کی۔

آپ متعدد تعلیمی، دعوتی اور خیراتی کمیٹیوں اور اداروں کے رکن بھی ہیں۔ آپ کے مقالات اور رسائل مختلف ذرائع ابلاغ کی زینت بنتے ہیں۔

تحقیق وتالیف:

آپ نے درس وتدریس اور تصانیف کے ذریعے تعلیمی میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا، تحقیقات اور رسائل پر مشتمل آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہے اور بعض زیر طباعت ہیں۔

urdu.indd 18 12/8/10 10:35 AM

آپ کے مسائل اور ان کا حل

شراب نوش کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی

سوال: کیا نبی اکرم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ شراب نوشی کرنے والے کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی؟

جواب: جی ہاں! بہت ساری صحیح احادیث میں شراب نوشی کی سزا وارد ہے کہ اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی، اور یہ حدیث عمرو بن عاص، ابن عباس، ابن عمر، اور ابن عمرو رضی اللہ تعالی عنھم سے مروی ہے۔ دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث نمبر (709)(2039)(2695)(1854)

ان احادیث میں ابن ماجہ کی درج ذیل حدیث ثابت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص شراب پیئے اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ اگر توبہ کرے تو اللہ تعالی توبہ قبول فرماتا ہے۔ دوبارہ پیئے تو پھر چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں پھر اگر توبہ کرے تو اللہ تعالی توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر پھر پیئے تو اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالی توبہ قبول فرماتا ہے اور اگر چوتھی مرتبہ یہی حرکت کرے تو اللہ تعالی اس کی چالیس دنوں کی نمازیں قبول نہیں فرماتا اور اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور اگر وہ پھر دوبارہ شراب نوشی کرتا ہے تو پھر اللہ کو حق ہے کہ وہ اسے روز قیامت ردغۃ الخبال پلائے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ردغۃ الخبال کیا ہے؟ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: دوزخیوں کا خون اور پیپ۔"

سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (3377) علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر (2722) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

نماز قبول نہ ہونے کا معنی یہ نہیں کہ نماز ہی صحیح نہیں یا پھر وہ نماز ادا ہی نہ کرے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اسے اس نماز کا اجر وثواب نہیں ملے گا۔ اس طرح نماز ادا کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ نماز کی ادائیگی سے بری الذمہ ہو جائے گا ترک کرنے کی سزا نہیں دی جائے گی لیکن اگر وہ نماز بھی ادا نہ کرے تو اسے اس کی بھی سزا ہوگی۔

اولادِ آدمؑ کی آپسی شادی سے متعلق اشکال

سوال: میں الحمدللہ اپنے ایمان میں شک نہیں کرتا لیکن میرے ذہن میں یہ اشکال ہے کہ جب قرآن میں بہن اور بھائی کی آپسی شادی حرام ہے تو یہ کیسے ہوا کہ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد کی آپس میں شادیاں ہوئیں؟

جواب: جب آپ کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو ان شاء اللہ وسوسے سے آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ ایک آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل ودماغ کو شبہات کی آماجگاہ نہ بنائے کہ شبہات کا تلاش کرنا ہی اس کا مطمح نظر بن جائے۔

رہا وہ مسئلہ جو آپ نے سوال میں پوچھا ہے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ شرائع کے مختلف ہو جانے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں البتہ اصول اور عقائد نہیں بدلتے جو کہ ساری شریعتوں میں یکساں ہوتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں مجسمے بنانے جائز تھے تاہم ہماری شریعت میں یہ حرام ہیں، یوسف علیہ السلام کی شریعت میں سجدۂ تعظیم جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے۔ معرکوں میں حاصل ہونے والی غنیمت ہم سے پہلے لوگوں پر حرام تھی البتہ ہمارے لیے حلال ہیں۔ دوسری امتوں کا قبلہ بیت المقدس تھا جبکہ ہمارا قبلہ بیت اللہ ہے۔ بالکل اسی طرح آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح اور شادی کرنا جائز تھا جبکہ اس کے بعد والی سب شریعتوں میں حرام۔

آدم علیہ السلام کو جب کوئی بچہ ہوتا تو اس کے ساتھ ایک بچی بھی ہوتی تھی، چنانچہ اس بچی کے ساتھ پیدا ہونے والا بچہ دوسرے بچے کے ساتھ پیدا ہونے والی بچی سے شادی کرتا تھا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ المائدہ 27)

اس وقت جو بندر اور خنزیر ہیں کیا یہ مسخ شدہ ہیں؟

سوال: کیا آپ مجھے بندروں کے بارے میں بتا سکتے ہیں کہ کیا یہ وہی بشر ہیں جنہیں اللہ کے احکام میں معصیت کی بنا پر جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا تھا، اور اگر ایسا ہے تو وہ کونسی قومیں ہیں؟

جواب: اللہ پاک نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر خبر دی ہے کہ اس نے بنو اسرائیل میں سے کچھ کی شکلوں کو ان کی نافرمانی کی بنیاد پر بندروں کی شکل میں بدل دیا تھا۔

(البقرۃ ۶۵)

انہوں نے اللہ کے محرمات کی پامالی کی تو اللہ تعالی نے انہیں یہ عذاب دیا تھا، اور یہ سزا صرف بنو اسرائیل کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ اس امت میں بھی مسخ نہ ہو جائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اس امت میں تقدیر کا انکار کرنے والوں کے لیے زمین میں دھنسنے یا شکلوں کے بگڑنے کا عذاب ہوگا" (صحیح ترمذی 1748)

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ "اس امت میں زمین میں دھنسنا، شکلوں کا بگڑنا اور پتھروں کی بارش ہوگی، ایک شخص نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: جب ناچنے والیوں، موسیقی اور شراب نوشی کا ظہور ہونے لگے گا"۔

(سنن ترمذی 1801)

یہ احادیث اس بات کی دلیل ہیں کہ اس امت میں بھی کچھ گناہوں کی سزا شکلوں کے بگڑنے کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ البتہ اس وقت جو بندر اور خنزیر ہیں وہ مسخ کئے گئے لوگوں میں سے نہیں ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالی جسے مسخ کر دے اس کی نسل ہی نہیں چلاتا، بلکہ اسے مسخ کرنے کے بعد ہلاک کر دیتا ہے۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول! یہ بندر اور خنزیر انہیں میں سے ہیں جنہیں مسخ کیا گیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ پاک مسخ کئے گئے کی نسل نہیں چلاتا اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہوتی ہے، بندر اور خنزیر تو پہلے ہی سے موجود تھے"۔ (صحیح مسلم 2663)

انسان لمبے قد میں پیدا کیا گیا تو کیا ابھی تک اس کا قد کم ہو رہا ہے؟

سوال: کیا آدم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ چھوٹے قد کے تھے پھر آہستہ آہستہ لوگ طویل القامت ہوتے گئے، یا اس کے برعکس تھا؟

جواب: اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ لمبا پیدا فرمایا تھا، پھر اس کے بعد تدرج کے ساتھ آہستہ آہستہ اس میں کمی آتی رہی یہاں تک کہ جتنا قد آج ہے اس پر ٹھہراؤ پیدا ہو گیا۔ اس کی دلیل اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہے جسے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے: "اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا تھا اور آج تک اس میں کمی ہو رہی ہے"۔

(بخاری 3326 مسلم 2841)

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں رقم طراز ہیں:

"(آج تک مخلوق کے قد میں کمی ہو رہی ہے) یعنی ہر دور کے لوگوں کی پیدائش اپنے دور کے لوگوں کے مقابلہ میں کمی کے ساتھ ہو رہی ہے، تو قد میں کمی اس امت پر آ کر ختم ہو چکی ہے، اور اب قد میں ٹھہراؤ پیدا ہو چکا ہے"۔

urdu.indd 19 12/8/10 10:35 AM

خلوص نیت

امام ماوردیؒ بہت بڑے فقیہ اور عالم گذرے ہیں، تفسیر اور فقہ میں ان کی متعدد ضخیم تالیفات ہیں، البتہ ان کی زندگی میں ان کی کوئی کتاب زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکی، جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اپنے ایک معتمد خاص کو بلا کر بتایا کہ فلاں جگہ پر جو کتابیں رکھی ہوئی ہیں سب کی سب میری تصنیف ہیں، جب میں حالت نزع میں چلا جاؤں تو اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھوا گر میں مٹھی باندھ لوں تو سمجھنا کہ میری تالیفات بارگاہ الٰہی میں مقبول نہ ٹھہری ہیں، لہذا ان سب کو رات میں دجلہ میں لے جا کر بہا دینا۔ اور اگر میں ہاتھ پھیلا دوں تو سمجھنا کہ یہ کتابیں مجھ سے قبول کرلی گئی ہیں اور میں جس خلوص نیت کا متمنی تھا اس میں کامیاب ٹھہرا ہوں۔ معتمد خاص نے ایسا ہی کیا چنانچہ حالت نزع میں انہوں نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا، تب ان کی ساری کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔

آیتِ قرآنی کا اثر ایک ڈاکو پر

فضیل میں عیاضؒ ایک صوفی باصفا گزرے ہیں، آپ شروع میں ڈاکے ڈالا کرتے تھے، ایک دن آپ دومنزلہ مکان پر ڈاکہ ڈالنے جارہے تھے کہ اوپر سے آواز آرہی تھی' کان لگا کر سنا تو کوئی بزرگ قرآن مجید کی یہ آیت بڑی دل سوزی سے تلاوت کررہے تھے:

''کیا مومنوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے اور جو سچی کتاب اللہ کے ہاں سے اتری ہے، اس کے پڑھنے سے کانپ جائیں''۔ (سورۃ الحدید 16)

قرآن کی یہ آیت کریمہ سنتے ہی ان کے دل پر رقت طاری ہوگئی اور توبہ کرتے ہوئے نیچے اترے اور کہنے لگے کہ ہاں ہاں وقت آچکا ہے۔ اب وہ وقت آچکا ہے۔ اسی کے بعد ان کو توبۃ النصوح حاصل ہوگئی اور ہمیشہ ہمیش کے لیے نہ صرف ڈاکے ڈالنے کے فعل بد سے تائب ہوئے بلکہ تمام معاصی وجرائم سے توبہ کرکے ذکر الٰہی میں ایسے مشغول ومنہمک ہوگئے کہ دنیا کے نامور اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوا۔ (مرأۃ الجنان 1 / 416-417)

سوئے خاتمہ

- چند سالوں قبل کا واقعہ ہے، مکہ مکرمہ سے شائع ہونے والے روزنامہ ''شمس'' میں یہ عبرتناک خبر شائع ہوئی تھی کہ ایک بیس سالہ دوشیزہ ٹیلیویژن پر اباحیت پسند پروگرام دیکھتے ہوئے فوت پاگئی، موت کے بعد ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھا، اہل خانہ نے اس کے ہاتھ سے ریموٹ چھرانے کی انتھک کوشش کی لیکن چھرانے میں کامیاب نہ ہوسکے، بالآخر اسی حالت میں اس کی تجہیز وتکفین کردی گئی۔ (ttp://gesah.net/mag/show.php?id=1824)

- پرائمری سکول کا ایک ٹیچر شرابی تھا اور ہمیشہ شراب کے نشہ میں دھت رہتا تھا، جب اس پر موت کے آثار طاری ہونے لگے تو اس کی پریشانی دیدنی تھی، لوگوں نے اس کی پریشانی کو دیکھ کر زمزم منگوایا تاکہ دنیا سے جاتے وقت اس کے منہ میں آخری قطرہ زمزم کا پڑے، جب اس کے منہ میں زمزم رکھا جاتا تو فوراً منہ بند کرلیتا، لوگوں کو تعجب ہوا، حاضرین میں سے کسی نے کہا: ''شراب لاؤ'' شراب کا نام سنتے ہی اس نے اپنا منہ کھول دیا۔ یہ بات کئی بار کہی گئی اور ہر بار وہ منہ کھولتا رہا، بالآخر ایسی ہی حالت میں اس کی موت ہوگئی۔ یہ واقعہ راقم سطور کی بستی میں پیش آیا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک تلقین

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ ولیوں اور بزرگوں کی قبروں پر جا کر سلام کرکے ان سے کہتا کہ میں مہینوں سے آپ کے پاس آرہا ہوں صرف یہ التجا کرتا ہوں کہ اللہ سے ہمارے لیے دعائیں کریں مجھے نہیں معلوم کہ آپ کو میرے اس آنے اور عرض کرنے کا علم بھی ہے یا نہیں۔ آپ نے یہ سن کر اس سے پوچھا کہ بتلاؤ ان صالحین نے کچھ جواب دیا، اس نے کہا: نہیں۔ تب آپ نے فرمایا: **سحقا لک وتربت یداک کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا** ''تف ہے تیرے لیے، ستیاناس ہوجائے تو، ان بتوں سے کلام کرتا ہے جنہیں جواب دینے کی بھی طاقت نہیں ہے اور جو کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ وہ آواز تک نہیں سنتے'' پھر امام صاحب نے قرآن مجید کا یہ جملہ دہرایا: **وما أنت بمسمع من فی القبور** [یونس 106] (اے محمد ﷺ) آپ قبروں میں مدفون کو نہیں سنا سکتے''۔

(ماخوذ ایمان وعمل، مولانا عبدالرووف جھنڈانگری ص 119)

سترسالہ ان پڑھ خاتون نے حفظِ قرآن مکمل کرلیا

سلطنت اردن کی ایک سترسالہ خاتون ام طہ شہر زرقاء میں سلائی کا کام کرتی تھی، پڑھنا لکھنا بالکل نہیں جانتی تھی، ایک دن اس نے اپنے محلے کی ایک چھوٹی بچی سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ لفظ ''اللہ'' لکھنا سیکھ لوں، تم مجھے اللہ کا نام لکھنا سکھا دو۔ چنانچہ بچی نے بوڑھی ماں کو ''اللہ'' لکھنا سکھا دیا۔ اللہ سیکھتے ہی بڑے شوق سے یہ لفظ پورے قرآن میں ڈھونڈنے لگی، اس کے اندر پڑھنے کا مزید داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ اس نے تحفیظ قرآن کے ایک مرکز میں داخلہ کرا کر قرآن سیکھنا شروع کردیا، یہاں تک کہ ایک دن ناظرہ قرآن پڑھنا سیکھ لیا پھر اس کے اندر حفظ قرآن کا شوق پیدا ہوا چنانچہ چند ہی سال گزرے تھے کہ پورا قرآن بھی حفظ کرلیا۔

باتیں! جن سے زندگی سنورتی ہے

- جس نے اپنے نفس کو عزت دیا اس نے اپنے دین کو ذلیل کیا اور جس نے اپنے نفس کو ذلیل کیا اس نے اپنے دین کو عزت بخشا۔ (مجاہدؒ)
- جو شخص فضول کاموں میں مشغول ہوا وہ ورع سے محروم ہوگیا (سہلؒ)
- اہل بدعت کی مجالست اختیار مت کرو کیونکہ ان کی مجالست دلوں کو بیمار کردیتی ہے۔ (ابن عباسؓ)
- اللہ اس بندے پر رحم کرے جس نے اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور ایسا کیوں نہ کیا؟ پھر اسے سخت سست کہا، اور اسے لگام دیتے ہوئے کتاب الٰہی کا پابند بنا دیا۔ (مالک بن دینارؒ)
- اللہ تعالی نے فرشتوں کو عقل سے نوازا شہوت نہ دیا، جانوروں کو شہوت دی عقل سے محروم رکھا جبکہ ابن آدم کو عقل بھی دی اور شہوت بھی، جس کی عقل اس کی شہوت پر غالب رہی وہ فرشتوں سے جاملا اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب رہی وہ جانوروں سے جاملا۔
- شیطان کہتا ہے: ''تعجب ہے اولادِ آدم پر کہ اللہ سے محبت کرنے کے باوجود اس کی نافرمانی کرتی ہے جبکہ مجھ سے نفرت کرنے کے باوجود میری نافرمانی نہیں کرتی'' اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں، اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

urdu.indd 20 12/8/10 10:35 AM

کام کرنے کی برکت



پیارے نبی ﷺ کے پاس ایک نوجوان سائل آیا اور کچھ مانگا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کچھ تمہارے پاس ہے بھی؟ اس نے کہا: صرف ایک دری اور ایک لکڑی کا پیالہ۔ فرمایا: دونوں چیزیں لے آؤ'' سائل اسی وقت دری اور پیالہ لے آیا جنہیں آپ نے وہیں بیٹھے بیٹھے کسی کے ہاتھ آٹھ آنے میں بیچ دیا اور اسے دام دے کر فرمایا: اس میں سے چار آنے کی تم کلہاڑی لے آؤ اور چار آنے کا آٹا آج کے لیے گھر میں دے آؤ۔ تھوڑی دیر میں جب وہ آٹا گھر پہنچا کر اور کلہاڑی لے کر آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی کا دستہ لگا دیا اور فرمایا: ''جاؤ ہر روز جنگل میں جا کر اس سے لکڑیاں کاٹ لایا کرو اور انہیں بیچ کر گھر کا خرچ چلایا کرو، پندرہ دن بعد پھر آنا اور ہمیں اپنا حال سنا جانا''۔ سائل نے پندرھویں دن آ کر عرض کی ''گھر کا خرچ چلا کر اس وقت میرے پاس دو درہم موجود ہیں''۔ آپ نے فرمایا: تمہارا محنت اور مزدوری سے کمالینا اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرو''۔

عالم کی عمر



کسی نے ایک بڑے تاریخ داں سے پوچھا: آپ کی عمر کتنی ہوگی؟ تاریخ داں نے کہا: یہی کوئی سات آٹھ ہزار سال کی۔ اس نے کہا: صورت سے تو آپ چالیس برس کے معلوم ہوتے ہیں۔ تاریخ داں نے جواب دیا: آپ کا خیال بالکل صحیح ہے کہ مجھے اس دنیا میں آئے ہوئے چالیس سال ہی گزرے ہیں لیکن علم نے میری عمر کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ آج سے سات آٹھ ہزار برس پہلے کی باتیں مجھے ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا میرے سامنے ہو رہی ہیں۔ بادشاہوں کے شاہی دربار جنہیں معمولی آدمی دیکھ نہیں سکتے تھے اور ایسی سخت لڑائیاں جن سے بہادروں کے اوسان خطا ہو جاتے تھے کتاب کھولتے ہی میرے سامنے آجاتی ہیں۔ میں ہر زمانے کے مشہور آدمیوں کے ناموں اور ان کے بھلے کارناموں سے واقف ہوں، ہر زمانے کے عالموں اور ملک ملک کے بادشاہوں کو جانتا ہوں۔ ملک، ریگستان، دریا، بستیاں اور ویرانے میرے دیکھتے دیکھتے کچھ سے کچھ ہو گئے۔ علم حاصل کرو گے تو ایسی ہی عمر پالو گے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں



ایک کسان کا بیٹا کھیل کود میں بے فائدہ وقت گنوایا کرتا تھا۔ باپ نے بہت سمجھایا مگر اس نے اپنی عادت نہ بدلی۔ آخر باپ نے سوچ کر یہ ترکیب نکالی کہ بسنت کے دن صبح کے وقت بیٹے کو اپنے ساتھ کھیت پر لے گیا اور کہا: بیٹا آج کے دن اگر سب سے اچھی بالوں کے دانے ہم کھیت میں سے توڑ کر رکھ لیں گے تو اس ایک دانے سے کئی کئی پودے ہو جائیں گے مگر شرط یہ ہے کہ کھیت میں سے سیدھے نکلتے اور توڑتے چلے جاؤ۔ پیچھے مڑ کر توڑنے کا حکم نہیں۔ اب تم کھیت میں جا کر سات آٹھ سب سے اچھی بالیں توڑ لاؤ۔

لڑکا شوق سے کھیت میں چلا گیا جہاں بہت سی پکی ہوئی بالیں آمنے سامنے دائیں بائیں موجود تھیں، مگر اس نے یہ سمجھ کر کہ آگے اس سے بھی اچھی ملیں گی کوئی بال نہ توڑی یہاں تک کہ دوسرے کنارے تک جا پہنچا، جہاں ابھی کچھ کچی بالیں تھیں۔ جی میں آیا کہ پھر کھیت میں جا کر اچھی بالیں توڑ لائے مگر پیچھے مڑ کر نہ دیکھنے کی شرط ہو چکی تھی۔ اس لیے پشیمانی کے ساتھ خالی ہاتھ پلٹنا پڑا۔ باپ نے کہا: بیٹا کیا کوئی بھی اچھی بال تمہیں نظر نہیں آئی۔ اس نے جواب دیا: کھیت کے اس کنارے کی بالوں میں تو ایک سے ایک اچھی تھی مگر میں نے یہ سمجھ کر کہ آگے اس سے بھی اچھی مل جائیں گی، انہیں نہیں توڑا، اور اس طرف کی بالیں ابھی کچی تھیں۔

باپ نے کہا: نادان لڑکے! تو نے نادانی سے ناحق وقت کھویا۔ اب تو دوبارہ جا کر بالیں توڑ نہیں سکتا۔ بیٹے نے اپنی نادانی پر شرم اور افسوس کے ساتھ سر جھکا لیا تو باپ نے کہا: بس یہی وقت کی مثال ہے جو ایک دفعہ آ کر پھر کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ دانا وہی ہے جو ہر وقت خوشہ چننے کو تیار رہے اور بے فائدہ امیدوں میں کبھی وقت نہ کھوئے۔

علم کی طاقت



کولمبس جس نے امریکہ دریافت کیا تھا، ایک جہازراں کا بیٹا تھا۔ ایسے لوگوں کو ستاروں کی چال بخوبی معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ اسی علم پر جہازرانی موقوف ہے۔ ایک دن کولمبس کو خیال آیا کہ سمندر کا دوسرا کنارہ بھی دیکھنا چاہیے، کیا عجب کہ ادھر بھی کوئی ملک آباد ہو، چنانچہ شاہی دربار کی امداد سے دو جہاز لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا اور ستاروں کی رہنمائی سے امریکہ تک جا پہنچا۔

اس وقت تو امریکہ علم اور دولت کی کان بنا ہوا تھا مگر اس وقت وہاں جتنے بھی جنگلی لوگ رہتے تھے بالکل وحشی اور طرح طرح کے وہموں میں پھنسے ہوئے تھے۔ کولمبس نے ان پر حکومت جمانی چاہی تو انہوں نے مقابلہ کیا۔ کولمبس کے ساتھی تعداد میں کم تھے اور لڑائی میں پورے نہ اتر سکتے تھے۔ آخر سوچتے سوچتے اسے یاد آ گیا کہ کل سورج گرہن ہوگا۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے وحشیوں کے سردار کو بلا کر کہا: دیکھو! اگر تم ہماری فرماں برداری نہ کرو گے تو میں سورج کو حکم دوں گا اور وہ تمہیں جلا کر خاک سیاہ کر دے گا۔

اس وقت تو وحشی چپکے سنتے رہے مگر دوسرے دن جب سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا تو سخت گھبرائے غرضیکہ کولمبس کو جادوگر اور کراماتی سمجھ کر اس کے پاس حاضر ہو گئے اور اطاعت قبول کر لی۔

علم میں کتنی طاقت ہے کہ جو کام بہت بڑی فوج نہ کر سکتی تھی وہ علم کے ایک نکتے نے ذرا سی دیر میں کر دیا۔

urdu.indd 21 12/8/10 10:35 AM

عالمی خبریں

مسجد حرام کی توسیع کا کام جاری

مدینہ منورہ :مسجد حرام میں شاہ عبداللہ توسیع 2013 تک مکمل کرنے کا شاہی فرمان جاری کر دیا گیا ہے۔اس تعمیراتی پروجیکٹ کی تکمیل کے بعد مسجد حرام میں 20 لاکھ افراد بیک وقت نماز ادا کریں گے۔آج کل مسجد حرام میں ساڑھے سات لاکھ افراد بیک وقت نماز ادا کر رہے ہیں۔شاہ عبداللہ پروجیکٹ میں یہ بات شامل ہے کہ مسجد الحرام کا نیا حصہ ۵ منزلہ ہوگا جو سارے کا سارا ایئر کنڈیشنڈ ہوگا۔

لورین بوتھ کا قبول اسلام

ایـــران : ''مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں'' یہ صدائے دل نواز لورین بوتھ کی ہے، جو سابق برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کی نسبتی بہن ہیں۔لورین بوتھ نے چند دنوں قبل اپنا مذہب ترک کر کے اسلام کو گلے لگا لیا ہے۔لورین بوتھ پیدائشی طور پر کیتھولک عیسائی تھیں، وہ انسانی حقوق کی علمبردار اور ممتاز صحافی ہیں، ایران کے انگریزی نیوز چینل اور پریس ٹی وی کے لیے کام کرتی ہیں۔برطانوی معاشرہ اور اعلی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔وہ کہتی ہیں ''اب میں پانچوں وقت نماز پڑھتی ہوں، اور وقتاً فوقتاً مسجد بھی جاتی ہوں، میں نے اسلام قبول کرنے کے بعد شراب نہیں پی ہے، اور حرام کھانے سے بھی دور رہتی ہوں، اب میں خنزیر کا گوشت بھی نہیں کھاتی اور ہر روز قرآن پڑھتی ہوں''۔

مکہ مسجد بم دھماکے کا ملزم گرفتار

حیـــدرآبـــاد : حیدرآباد کے مکہ مسجد میں ہوئے 2004 کے بم دھماکوں کا ملزم سوامی اسیمانند کو خفیہ ایجنسیوں نے عرصہ دراز کے بعد گرفتار کرلیا ہے۔سوامی جی کی گرفتاری بم دھماکوں کی جانچ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس سے پہلے بھی کئی ایک ہندو دہشت گرد مسلمانوں کی عبادتگاہوں پر بم نصب کرنے کے جرم میں پکڑے گئے ہیں، اس قسم کے بم دھماکوں میں اب تک المیہ یہ رہا ہے کہ شک کی سوئی مسلمانوں کی طرف گھما کر سیکڑوں مسلم نوجوانوں کو جیل کی سلاخوں میں بند کر دیا گیا ہے۔

مکمل جسم کے اسکینر سے جلد کا سرطان ہوسکتا ہے : ماہرین کا انتباہ

نیویارک : امریکہ اور یورپ کی جانب سے دہشت گردی کو روکنے کے نام پر ایئرپورٹ پر متعارف کروائے گئے فل باڈی اسکینر کے اقدام کو مختلف مذاہب کی جانب سے تو تنقید کا سامنا تھا ہی، مگر اب خود امریکی سائنس دانوں نے فل باڈی اسکینروں کو انسانی صحت کے لیے انتہائی غیر محفوظ قرار دیا ہے۔امریکہ کے Medicine of school university hopkins jhon کے سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ فل باڈی اسکینر سے گزرنے والے انسان جلد کے سرطان کا شکار ہو سکتے ہیں، کیونکہ ان اسکینروں سے نکلنے والی شعائیں انتہائی خطرناک ہوتی ہیں جو انسانی جلد کو شدید متاثر کرتی ہیں۔خیال رہے کہ امریکہ کے متعدد ایئرپورٹس پر 2007 سے ایسے اسکینر نصب ہیں جن سے ہر مسافر کو گزرنا ہوتا ہے۔

تمباکو نوشی کے خلاف اقدامات پر عالمی برادری کا اتفاق

یـــوروگـــوئـــے : عالمی ادارہ صحت ڈبلیو ایچ او کے زیر انتظام یوروگوئے میں ہونے والی ایک کانفرنس میں اقوام متحدہ کے 172 رکن ممالک نے تمباکو نوشی کے استعمال اور فروخت کے حوالے سے سخت اقدامات پر اتفاق کیا ہے۔عالمی ادارے کے زیر اہتمام ہونے والی اس کانفرنس میں دنیا بھر سے مدعو کئے گئے اعلی وفود نے اپنے اپنے ملکوں میں تمباکو سے متعلقہ اشیاء کی فروخت کی حوصلہ شکنی کے لیے مشترکہ اقدامات پر اتفاق ظاہر کیا۔دوسری طرف سعودی حکومت نے ملک بھر کے ہوائی اڈوں پر سگریٹ پینے کی پابندی عائد کردی ہے۔خلاف ورزی پر 200 ریال جرمانے کی سزا کا اعلان کیا گیا ہے۔

ایک لاکھ فلسطینیوں کے گھروں پر ہتھوڑا چلانے کا صھیونی منصوبہ

مقبوضہ بیت المقدس : اسرائیل کے اٹارنی جنرل یہود اونشائن کے احکامات کے بعد اسرائیلی حکام نے سیکڑوں گھروں کو منہدم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے جس سے مقبوضہ بیت المقدس کے حالات انتہائی کشیدہ ہوگئے ہیں، کچھ روز قبل گھروں کی مسماری کے نوٹس وصول کرنے والے القدس کے ہزاروں باشندے خوف وہراس میں مبتلا ہیں کیونکہ ان کے گھر کسی بھی وقت منہدم کئے جاسکتے ہیں۔

دوسری جانب امریکی روزنامے کرسچن سائنس مونیٹر نے اپنی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا ہے کہ مقبوضہ بیت المقدس کی سلوان کالونی میں صہیونی فوج بچوں کو خصوصی نشانے پر رکھے ہوئے ہے، اکتوبر کے مہینے میں اغوا ہونے والے بچوں کی تعداد 100 سے تجاوز کر چکی ہے۔جبکہ ماہ ستمبر میں 40 سے زائد ایسے بچے گرفتار کیے جا چکے ہیں جن کی عمر 13 سال سے زائد نہیں ہے۔

تعلیم کے بہانے مسلم بچوں کو زبردستی عیسائی بنانے کا مھم

سـری نـگـر :مقبوضہ کشمیر میں پولیس نے بچوں کو زبردستی عیسائی بنانے کے الزام میں ایک این جی او کے پانچ عہدیداروں کو گرفتار کرکے 28 بچے بازیاب کر لیے۔جموں پولیس کے مطابق لیہہ کے علاقے میں حالیہ سیلاب کے بعد این جی او یوتھ موومنٹ فار پیس نے بچوں کو اچھی تعلیم دلانے کے بہانے اپنی تحویل میں لے لیا۔این جی او کی مشتبہ سرگرمیوں اور بچوں کو جبری طور پر عیسائی بنانے کی اطلاعات پر پولیس نے چھاپہ مارا اور 28 بچوں کو بازیاب کرکے ملزموں کیخلاف اغوا کا مقدمہ درج کرلیا ہے۔

سیدہ عائشہؓ کی شان میں گستاخی 'حرام'

ایـــران: ایران کے سربراہ اعلیٰ، آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای الحسینی نے 13 اکتوبر کو ایک فتویٰ صادر کیا ہے جس میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اصحاب رسول کی شان میں گستاخی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔اس فتوی کا پس منظر یہ ہے کہ کویت کے ایک سابق فوجی افسر یاسر الحبیب نے، جو خود کو شیعہ مبلغ و عالم باور کراتا ہے اور برطانیہ میں خود جلاوطنی کی زندگی گزار رہا ہے، ماہ رمضان سے متعلق ایک مقدس اجتماع میں سیدہ عائشہؓ کے خلاف انتہائی نازیبا کلمات کہے اور فحش الزامات عائد کئے جن کی بعض ٹی وی چینلز اور ویب سائٹس نے خوب تشہیر کی تھی۔اس کے نتیجہ میں کویت کی کابینہ نے الحبیب کی شہریت ختم کردی۔سید علی خامنہ ای نے اپنے مختصر مگر دوٹوک جواب میں فرمایا کہ.....رسول اللہ کی ازواج پر تہمت باندھنا، جو ان کے شرف میں خلل پڑنے کا باعث ہو حرام ہے۔

یہودیت کا حقیقی چہرہ

یـــروشـلم : فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے نمائندے نے یروشلم کے مشہور عبرانی اخبار یدیعوت اہرونوت (Yediot Aharonot) کے حوالے سے لکھا کہ ایک بڑے یہودی ربّی (مذہبی عالم) ایری شوات نے فتویٰ دیا ہے کہ ''یہودی خواتین اسرائیلی اسٹیٹ کی حفاظت کی خاطر دشمنوں کے خلاف جاسوسی کرنے اور ان سے اہم راز اگلوانے کے لیے اگر ان کے ساتھ شب باشی کرلیں تو کوئی حرج اور گناہ نہیں۔ربّی ایری شوات کے مطابق ''اگرچہ عام حالات میں شادی کے بغیر مرد وزن کے جنسی تعلقات عہد نامہ قدیم کے مطابق ممنوع ہیں مگر اسرائیل کی خفیہ ایجنسی موساد کے لیے آسانیاں پیدا کرنا وقت کی اجتہادی ضرورت ہے''۔

جیل میں قبول اسلام

جدہ۔تیس سالوں سے عیسائیت پر عمل پیرا ایک فلپائنی شخص رچرڈ نے جدہ کی ایک جیل میں قبول اسلام کرلیا۔اب اس کا نیا نام رشید ہے۔رشید کا کہنا ہے کہ اسلام کی آغوش میں پناہ لینے کے بعد میں اپنے آپ کو بہت ہی بہتر محسوس کر رہا ہوں، کیونکہ یہ میری زندگی کا ایک اہم فیصلہ تھا۔

جنوری سے اکتوبر 2010ء تک چالیس لاکھ افراد نے عمرہ ادا کیا

جـــدہ ۔مکہ مکرمہ کی تاریخ میں جنوری سے اکتوبر 2010ء تک چالیس لاکھ افراد نے عمرہ ادا کیا۔حکومت نے اتنی بڑی تعداد میں عازمین کو عمرہ کی ادائیگی کے لیے سہولتیں فراہم کیں اور سب نے بآسانی مذہبی امور ادا کئے۔

دس روزہ اسلامی کانفرنس میں 75 افراد حلقہ بگوش اسلام

ممبئی :امن وسلامتی، اخوت وبھائی چارہ اور رضائے الٰہی کے لیے اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام دس روزہ اسلامی کانفرنس (22 اکتوبر تا یکم نومبر) امام کعبہ شیخ سعود الشریم کی دعا پر اختتام پذیر ہوگئی۔پورے پروگرام میں کل 75 افراد نے اسلام قبول کیا جبکہ پروگرام کے آخری مقرر ڈاکٹر ذاکر نائک کی تقریر کے دوران 25 افراد نے اسلام قبول کیا جن میں 17 مرد اور 8 خواتین شامل تھیں۔

اندھیرے میں سونا صحت کے لیے مفید

لندن: ماہرین طب کے مطابق رات کو اندھیرے میں سونا صحت کے لیے بہتر ہے، جو لوگ رات کو کمرے میں ہلکی روشنی میں سونے کے عادی ہیں وہ رات کو بے چینی کے عالم میں نیند پوری کرتے ہیں اور دوسرے دن وہ دن میں بھی روزمرہ کے کام کاج پوری تندہی سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

urdu.indd 22 12/8/10 10:35 AM

گلف کی زندگی

صحراؤں کی خاک چھانتا پھرتا پھرتا چور ہوں میں
محنت سے نہیں پیچھے ہٹتا، محنت کش مزدور ہوں میں
دل میں کسک، ہونٹوں پہ ہنسی ، اس عادت سے مجبور ہوں میں
دیکھنے والوں کو لگتا ہے، سو فیصد مسرور ہوں میں
لیکن میرا درد یہی ہے ، اپنے وطن سے دور ہوں میں
محنت کش مزدور ہوں لیکن، اپنے وطن سے دور ہوں میں

دور ہوں اپنی بستی کے گلیاروں سے چوباروں سے
دور ہوں میں اپنے یاروں سے ، دور ہوں جان کے پیاروں سے
روزی روٹی کے چکر میں اپنے گھر سے بچھڑا ہوں
صحرا کی بالو میں دھنس کر ذہنی طور سے پچھڑا ہوں
میری ضرورت جرم ہے میرا ، ربط ہے جرمِ فرضی سے
خود ہی سنہرے جال میں آکر قید ہوں اپنی مرضی سے
گلف میں تنہا عمر بتانا ، شوق نہیں مجبوری ہے
تپتی دھوپ میں جیسے سارا جسم پگھلتا رہتا ہے
سردی میں بھی برف کے تودے جیسا ڈھلتا رہتا ہے
تیسوں دن محنت کرتا ہوں ، محنت کش مزدور ہوں میں
محنت کش مزدور ہوں لیکن، اپنے وطن سے دور ہوں میں

سوچا تھا کچھ سال کما کر واپس دیش کو آؤں گا
اپنا کاروبار کروں گا، لوٹ کے پھر نہیں جاؤں گا
لیکن ایسا ہو نہ سکا، پریوار بڑھا اور بڑھتا گیا
گھر کے اخراجات بڑھے، مہنگائی کے ہتھے چڑھتا گیا
ایک اکیلا برسوں سے گیارہ کی کفالت کرتا رہا
سات کی تعلیم و تربیت اور ساتوں کے شادی بیاہ
ایک تو تنگ اور خستہ گھر تھا، اور آبادی بڑھتی گئی
گھر بنوانے میں ہی میری ساری کمائی صرف ہوئی
جتنے مسائل حل کرتا ہوں، اتنے اُبھر کر آتے ہیں
کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو نیند اڑا لے جاتے ہیں
میرے مسائل مجھکو تھکنے دیتے نہیں، مجبور ہوں میں
محنت کش مزدور ہوں لیکن، اپنے وطن سے دور ہوں میں

سال میں ایک مہینے کی بس مجھکو چھٹی ملتی ہے
جیسے ضمانت پر مجرم کو وقتی رہائی ملتی ہے
کتنے دن تو گھر کے مسائل سلجھانے میں گزرتے ہیں
گھر والے بھی مجھ پر اپنی جان نچھاور کرتے ہیں
اپنوں میں کچھ روز بِتاکر اپنا دل بہلاتا ہوں
لیکن غیروں کی نظروں میں مالدار کہلاتا ہوں
ملنا جلنا چھوٹ گیا تو رشتے سماجی ٹوٹ گئے
کچھ اللہ کو پیارے ہوگئے، دوست میرے کچھ روٹھ گئے
فرداً فرداً سب کو ملنا میرے لیے دشواری ہے
کچھ لوگوں کو لگتا ہے کہ گلف کا سکّہ بھاری ہے
میں مخلص ہوں لیکن ایسی باتوں سے رنجور ہوں میں
محنت کش مزدور ہوں لیکن، اپنے وطن سے دور ہوں میں

میرے پیروں میں دیکھو زنجیر ہے ذمّہ داری کی
زنجیر ہے خانہ داری کی، زنجیر ہے دنیاداری کی
اپنے آپ کو مار مار کر میرا دل آلودہ ہے
لیکن مجھکو تسلّی ہے کہ میرا گھر آسودہ ہے
عمر ڈھلی تو میں ہوں پریشاں، ایک نہ اک بیماری سے
لیکن میں نے منہ نہیں موڑا، اپنی ذمّہ داری سے
درد بھرا دل دے کے مجھے اللہ نے کرم فرمایا ہے
جو بھی تصرف کرتا ہوں، سب اس کا سرمایہ ہے
سب کو خوش کر کرکے میرا چہرا نکھرا نکھرا ہے
لیکن میرے اندر والا ٹوٹ ٹوٹ کر بکھرا ہے
ساگر اور طویل ہے قصہ، کہنے سے معذور ہوں میں
محنت کش مزدور ہوں لیکن، اپنے وطن سے دور ہوں میں

(عبداللہ ساگر دوحہ، قطر)

''اہل بیت اور صحابۂ کرام کے آپسی تعلقات''

7 عدد بڑے سائز کے پوسٹرز

پہلی بار اردو زبان میں

محدود تعداد میں باقی رہ گئے ہیں، پہلی فرصت میں ipc کویت سیٹی مرکزی برانچ میں حاضر ہوکر یہ پوسٹرز حاصل کریں

اعلان داخلہ

اردو جاننے والے حضرات کے لیے سنہری موقع لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) خیطان میں درج ذیل کلاسیں جاری ہیں:

تفسیر قرآن، **فقہ اسلامی**، **تجوید قرآن**، **ناظرہ قرآن** (جو قرآن شروع سے پڑھنا یا تلفظ کی تصحیح کرنا چاہتے ہوں)

کلاسز: پیر- منگل - بدھ

اوقات: 8.00-9.00 بعد عشاء

اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت

رابطہ 66577265-65052471-99390725

پاکستان کے متاثرین سیلاب کے ساتھ اظہارِ یکجہتی

اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت کی جانب سے پاکستان کے متاثرین سیلاب کے ساتھ یکجہتی کے اظہار کے لیے ''سالانہ پکنک'' کا اہتمام بروز جمعہ 17 دسمبر 2010ء کو بمقام وفرہ کیا گیا ہے۔ تمام پاکستانی کمیونٹی کے افراد کو شرکت کی دعوت ہے۔ داخلہ ٹکٹ حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجئے

فاحیل 66135995 فروانیہ: 99089838 جلیب الشیوخ 66246840 خیطان 66240203 کویت 66510863